بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ اپریل 2021

مثل قمر سمٹ کے چھپا بادلوں میں تھا : نکلا یہ **"پاسبان"** تو روشن جہاں ہوا
(شفیق قاسمی اعظمی)

پاسبانی ترانے

جمع و ترتیب

مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	: پاسبانی تراشے
جمع و ترتیب	: مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	: ایک سو چھیالیس (146)
اشاعت	: ماہ اپریل 2021
ترتیب و تزئین	: مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	: (+91) 7387127358

پاسبانی تراشے سے استفادہ کے لیے

واٹسپ ← https://chat.whatsapp.com/K1BxridG9f84GdxxaxgB63

بیپ ← https://channels.bip.ai/join/5739c78df2ea445fae1eded379f8bf78

ٹیلگرام ← https://t.me/PasbaniTrashemmejazi

فہرست مضامین

نعت پاک ﷺ

بقلم :- حضرت مولانا اظہار الحق اظہر بستوی صاحب

جس طرف مصطفی کی نظر ہوگئی
نور ہی نور وہ رہ گزر ہو گئی

حق کا فانوس کافر............ بجھا نہ سکے
ان کی کوشش ہراک بے اثر ہو گئی

راہِ سنت کو جس نے بھی اپنا لیا
زندگی اس کی پھر معتبر ہو گئی

جلوہ افروز جس لمحے آقا ہوئے
ظلمتِ دو جہاں کی سحر ہوگئی

کفر گاہوں میں اک زلزلہ آ گیا
ان کی آمد کی جس دم خبر ہو گئی

روح کو میری تسکین ہو جائے گی
روئے طیبہ جو سمت سفر ہو گئی

یاد **اظہر** نے آقا کو جب بھی کیا
شوقِ دیدار میں .... چشم تر ہو گئی

حرفِ چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

الحمدللہ ! **پاسبانی تراشے ماہ اپریل 2021** پہلے عشرے کے اختتام پر ہی آپ کی اسکرین پر موجود ہے۔۔۔

پاسبانی تراشے ! میں آپ دیکھیں گے بہترین نعت ، منقبت ، مرثیہ ، وغیرہ اورملک کے موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے رہنمائی کرتے مضامین سیاسی سماجی مسائل پر دلچسپ تبصرے ، صحت و طب کے متعلق مفید مشورے ، مرحومین پر تعزیتی تحاریر، اصلاح معاشرہ پر تازہ بتازہ مضامین آئے دن پیش آنے والے نت نئے مسائل اور ان کا حل، اور بھی بہت کچھ۔۔۔۔

پاسبانی تراشے ! سوشل میڈیا کے شہر آفاق گروپ **پاسبان علم و ادب** کے ممبران کے قلم سے نکلنے والے قیمتی ادبی اصلاحی تراشوں کا مجموعہ ہے،

پاسبانی تراشے ! انگریزی مہینہ کے اخیر میں شائع کیا جاتا ہے، لیکن اس بار انگریزی مہینہ کے پہلے عشرے کے اخیر میں ہی کیا کردیا گیا ۔۔۔

نوٹ :- یہ رسالہ صرف برقی شائع کیا جاتا ہے

العبد مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

قضائے عمری

بقلم :- حضرت مولانا ولی اللہ مجید قاسمی ، استاذ حدیث جامعۃ الفلاح بلریا گنج

نماز بندگی کی پہچان، کفر و اسلام کے درمیان وجہ امتیاز اور ایک اہم ترین فریضہ ہے،جسے ایک متعین اور محدود وقت میں ادا کرنا ضروری ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں کہا گیا ہے:

اِنَّ الصَّلَاۃَ کَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَوْقُوْتًا۔ (سورۃ النساء:۱۰۳)

بے شک نماز مسلمانوں کے ذمے ایسا فریضہ ہے جو وقت کا پابند ہے

اور ایک دوسری آیت میں ہے:

حَافِظُوْا عَلٰی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ(سورۃ البقرہ/۲۳۸)

تمام نمازوں کا پورا خیال رکھو اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا اور اللہ کے سامنے باادب فرمانبردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

اور مومن بندے کی یہ صفت بیان کی گئی ہے :

وہم علی صلوتہم یحافظون۔ (سورۃ المؤمنون: ۹)

اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے کہ

إن للہ ملکا ینادی عند کل صلاۃ یا بنی آدم ! قوموا إلی نیرانکم التی أوقدتمو

ہا فاطفئوہا ۔ (رواہ الطبرانی و رجال اسنادہ کلھم محتج بھم فی الصحیح،

الترغیب والترہیب للمنذری:۱/۱۳۸)

اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت اعلان کرتا ہے اے آدم کی اولاد! جس آگ کو تم نے جلا رکھا ہے اٹھو اور اسے بجھائو۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ

سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أ العمل أحب إلی اللہ؟ قال: الصلاۃ علی وقتھا، قلت: ثم أي؟ قال: بر الوالدین، قلت: ثم أي؟ قال: الجھاد فی سبیل اللہ۔(بخاری،مسلم، ترمذی، نسائی، الترغیب:۱/۱۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دریافت کیا کہ اللہ کی نگاہ میں سب سے پسندیدہ عمل کیا ہے؟ فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات افترضھن اللہ عزو جل، من احسن وضوء ہن وصلا ہن لوقتھن وأتم رکوعھن وسجودہن وخشوعھن کان لہ علی اللہ عھد أن یغفر لہ، ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عھد إن شاء غفر لہ وإن شاء عذبہ-------

(مالک، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، الترغیب: ۱/۱۴۸)

اللہ عز وجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جو کوئی اچھی طرح سے وضو کرکے وقت پر ان کو ادا کرے اور رکوع، سجدہ، اورخشوع پوری طرح سے کرے تو اللہ کی طرف سے اسکی بخشش کا وعدہ ہے اور جو کوئی ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی وعدہ نہیں ہے، اگر چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو عذاب دے۔

نماز میں کوتاہی کرنا اور اسے جان بوجھ کر چھوڑ دینا منافقوں اور مشرکوں کا شیوہ ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں منافقوں کے بارے میں کہاگیا ہے،

فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتھم ساہون۔(سورۃ الماعون:۵)

پھر بڑی خرابی ہے ان نماز پڑھنے والوں کی جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔

اور ایک آیت میں ہے کہ آگ میں جلنے والے مجرموں سے جنتی پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیسے پہنچ گئے تو وہ جواب دیں گے:

''لم نک من المصلین و لم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین و کنا نکذب بیوم الدین'' (سورۃ المدثر: ۴۶/۴۳)

ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے، اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بے ہودہ بات کرنے والوں کے ساتھ شامل ہوجاتے تھے اور ہم بدلے کے دن کو جھوٹ قرار دیتے تھے۔

اور حدیث میں ہے کہ

''بین الرجل وبین الشرک أو الکفر ترک الصلاۃ۔(صحیح مسلم :۸۲)

مسلمان اور کفر وشرک کے درمیان (فاصلہ بنانے والا عمل) نماز کا چھوڑنا ہے۔

ترک صلوۃ سے متعلق سخت وعیدیں اس بات کے لئے کافی ہیں کہ اسے جان کر انسان پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے اور غفلت و نادانی کی وجہ سے نمازیں چھوٹ گئی ہوں تو فوراً اللہ کے حضور توبہ کرے اور اس کی تلافی کی کوشش کرے کہ ایک مومن و مسلم کی یہی شان اور پہچان ہے ، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِم

(سورہ آل عمران:۱۳۵)

اور جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہوجاتاہے یا وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو انہیں اللہ یاد آجاتاہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے گناہوں سے معافی مانگنے لگتے ہیں۔

اس لئے غفلت اور نادانی کی وجہ سے جان بوجھ کر نماز چھوٹ جائے تواسے فوراً توبہ کرنا اور چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرنا چاہئے، اس لئے کہ توبہ میں یہ بات شامل ہے کہ جو حقوق اس کے ذمے واجب ہیں انہیں ادا کرے، بلکہ توبہ کی قبولیت کے لئے شرط ہے جہاں تک ہوسکے اپنی غلطی کی تلافی کرے محض شرمندگی اور اظہار ندامت کافی نہیں ہے، اور نماز کے تعلق سے بصراحت کہاگیا ہے کہ - اس کا کفارہ صرف یہی ہے کہ اسے پڑھا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من نسی صلاۃ فلیصل إذا ذکرہا. لا کفارۃ لھا الا ذالک" (صحیح بخاری:۵۹۷)

جو کوئی کسی نماز کو بھول جائے تو یاد آنے پر اس کو پڑھے، اس کے سوا اس کا کوئی اور کفارہ نہیں ہے۔

جب بھول کر نماز چھوڑدینے پر محض توبہ اور ندامت کافی نہیں ہے، بلکہ اسے اداکرنا

ضروری ہے تو جان بوجھ کر چھوڑنے پر تو بدرجہ اولی ادائیگی ضروری ہے، اور یہ ایک معقول بات ہے کہ اس نے جو چیز چھوڑی ہے پہلے اسے ادا کرے، کثرت نوافل اور استغفار کے ذریعے تلافی ایک دوسری چیز ہے۔

علاوہ ازیں جس طرح سے دوسرے قرض ہر حال میں ادا طلب ہوتے ہیں اسی طرح سے قضا شدہ نماز بھی ایک قرض ہے جسے ادا کرنا ضروری ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ "فدین الله احق أن یقضی" اللہ کا قرض اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

نیز اگر کوئی فریضہ قطعی دلیل سے ثابت ہو تو اس کے سقوط کے لئے اسی طرح کی مضبوط دلیل کی ضرورت ہے، اور جان بوجھ کر نماز چھوڑنے یا بہت زیادہ نمازوں کی قضا کی صورت میں اس فریضے کے ساقط ہونے کے لئے کوئی کمزور دلیل بھی موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر کہا جا سکے جان بوجھ کر چھوڑنے کی وجہ سے یا زیادہ تعداد میں قضا ہوجانے کے باعث نماز ساقط ہوجاتی ہے۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" من نسی صلاۃ فلیصل إذا ذکرہا، لا کفارۃ لها الا ذالک "

(صحیح بخاری:۵۹۷/مسلم :٦٨٤)

جو کوئی نماز بھول جائے تو یاد آنے پر اسے پڑھ لے اس کا کفارہ اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اور ان سے منقول بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں:

إذا رقد أحدکم عن الصلاۃ أو غفل عنها فلیصلها إذا ذکرہا، فان الله یقول:

أقم الصلاۃ لذکری۔(صحیح مسلم: ٦٨٤)
جب تم میں سے کوئی نماز کے وقت سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے اس کا وقت گذر جائے تو یاد آنے پر اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔
جب بھول، غفلت اور نیند کی وجہ سے نماز چھوڑ دینے پر قضا ضروری ہے حالانکہ ان حالات میں اس پر نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ مواخذہ تو جان بوجھ کر چھوڑ دینے پر بدرجہ اولی قضا ضروری ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ والدین کو اف مت کہو، ظاہر ہے کہ جب اف کہنا منع ہے تو انہیں جھڑکنا ، گالی دینا اور مارنا بدرجہ اولی منع ہے بلکہ ان کا حکم اف کہنے سے بھی زیادہ سخت ہے ۔
اس لئے اگر کوئی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے اور پھر وہ غفلت کی نیند سے بیدار اور پچھلی زندگی پر شرمسار ہو تو پہلی فرصت میں اسے نمازوں کی قضا اور دوسرے حقوق کو ادا کرنا چاہیئے ۔

مذاہب فقہاء:
چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا سے متعلق کتاب و سنت کے دلائل بالکل واضح ہیں جس کی بنیاد پر تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ہر حال میں قضا ضروری ہے، خواہ بھول اور نیند کی وجہ سے چھوٹ گئی ہوں یا جان بوجھ کر لا پرواہی کی وجہ سے، اور خواہ ان کیتعداد کم ہو یا زیادہ ، چنانچہ موسوعہ فقہیہ میں ہے:

فأما المتعمد فی الترک فیری جمہور الفقہاء أنہ یلزمہ قضاء الفوائت. و مما یدل علی وجوب القضاء حدیث أبی ہریرۃ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

أمر المجامع فی نهار رمضان أن يصوم يوما مع الكفارة أي بدل اليوم الذی أفسده بالجماع عمداً، ولأنه إذا وجب القضاء على التارک ناسيا فالعامد أولى، ويرى بعض الفقهاء عدم وجوب القضاء على المتعمد فی الترک، قال عياض: ولا يصح عند أحد سواء داؤد وابن عبد الرحمن الشافعی۔

(الموسوعه الفقهية:۳۴/۲٦)

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے بارے میں جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اس کے لئے قضا ضروری ہے اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینے میں دن کے وقت جماع کر لینے والے کو حکم دیا کہ وہ کفارے کے ساتھ اس دن کے روزے کی قضا بھی کرے جسے اس نے جان بوجھ کر جماع کر لینے کے ذریعے فاسد کردیا ہے، اور اس لئے بھی کہ جب بھول سے نماز چھوٹ جانے پر قضاء ہے تو جان بوجھ کر چھوڑ دینے والے کے ذمے بدرجہ اولی قضا ضروری ہے ، بعض فقہاء کہتے ہیں کہ جان بوجھ کر چھوڑنے والے پر قضا نہیں ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ داؤد ظاہری اور ابن عبد الرحمن شافعی کے علاوہ کسی اور کی طرف اس قول کی نسبت ثابت نہیں ہے۔

ادائیگی کا طریقہ:

البتہ فقہاء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ لاپرواہی کی زندگی سے توبہ کرنے اور غفلت سے بیدار ہونے کے بعد فوراً قضا ضروری ہے یا کچھ تاخیر کی بھی گنجائش ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ تمام نمازوں کی قضا فوراً ضروری ہے، بشرطیکہ اس میں مشغولیت

کی وجہ سے جسم کو کوئی ضرر نہ پہونچے اور نہ ہی ضروری معاشی نقصان ہو اور اگر ایسا ہے تو فوری ادائیگی کا حکم ساقط ہوجائیگا۔

(الانصاف :۱/۴۴۳، المغنی:۱/۶۱۳)

اور شافعیہ کہتے ہیں کہ کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہو تو تاخیر کی گنجائش ہے اور اگر کسی عذر کے بغیر چھوٹی ہو تو فوراً ادا کرنا ضروری ہے ۔

(المجموع:۳/۶۹)

مالکیہ کہتے ہیں کہ ضروریات زندگی اور اپنی طاقت کا خیال رکھتے ہوئے قضاء کرے

(المدونۃ :۱/۲۱۵)

بعض لوگوں نے اس کی حد بندی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ روزانہ کم سے کم دو دن کی نمازوں کی قضاء کرے محض ایک دن کی نماز کی قضا کرنا کافی نہیں ہے الا یہ کہ ایک دن سے زیادہ کی قضا کی صورت میں اہل و عیال کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔

(حاشیہ الدسوقی:۱/۲۶۳)

اور حنفیہ کہتے ہیں کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کو فوراً ادا کرنا ضروری ہے البتہ اہل وعیال کیلئے معاش ک انتظام اور دوسری ضروریات کے عذرکی وجہ سے تاخیر کرنا جائز ہے

(الدرالمختار مع الرد:۲/۵۳۵)

لہٰذا وہ ضروریات زندگی کی فراہمی میں مشغول رہے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد جتنی نمازیں پڑھ سکتا ہو پڑھے، اور اسی طرح سے کرتا رہے یہاں تک کہ تمام چھوٹی ہوئی نمازیں پوری ہو جائیں۔

(رد المختار :۴/۵۳۶)

حاصل یہ ہے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، نہ معلوم کب موت کا پیغام آجائے، اس لئے جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ ہی یہ وصیت بھی کردینی چاہیئے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہ کر پائے تو اس کی طرف سے ان نمازوں کا فدیہ ادا کردیا جائے۔
(الدر المختار مع الرد: ۲/۵۳۲)

غلط طریقے:

قضاء شدہ نمازوں کے سلسلے میں بعض غلط تصورات اور طریقے رائج ہیں، چنانچہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جان بوجھ کر چھوڑ دی گئی نمازوں کی قضاء نہیں ہے بلکہ اس کے لئے صرف توبہ ہی کافی ہے، کتاب و سنت پر عمل اور سلف کی اتباع کے دعویدار اس نظریہ کو پھیلانے میں پیش پیش ہیں، حالانکہ نہ تو قرآن و حدیث سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے اور نہ سلف کے اقوال و اعمال سے، قاضی عیاض کی رائے گذر چکی ہے کہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا، اور شاذ وساقط اقوال و نظریات کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بہت ساری نمازوں کی قضا دشوار ہے،اس لئے رمضان کے آخری جمعہ میں مخصوص طریقے سے چار رکعت پڑھ لینے سے قضا شدہ نمازوں کی تلافی ہوجائیگی اور اس سلسلے میں بالکل بے بنیاد اور موضوع روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جیسے کہ یہ روایت کہ

من قضی صلاۃ من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان ذالک جابراً لکل صلاۃ فائتة فی عمرہ الی سبعین سنة۔

جو شخص رمضان کے آخری جمعہ میں بطور قضا ایک فرض نماز پڑھ لے تو اس کے ذریعے ستر سال کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی تلافی ہوجاتی ہے۔
ملا علی قاری اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں:

باطل قطعا لانه مناقض للاجماع على ان شيئاً من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات. ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية ولا بقية شراح الهداية لانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوا الحديث إلى أحد من المخرجين۔

(تذکرۃ الموضوعات:۳۴۲، ردع الاخوان:۵۷)

یہ روایت یقینی طور پر باطل ہے، اس لئے کہ روایت اس اجماع کے خلاف ہے کہ کوئی بھی عبادت کئی سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ہے، اور صاحب نہایہ اور ہدایہ کے دوسرے شارحین کے نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ نہ تو محدث ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس روایت کے ماخذ کا کوئی ذکر کیا ہے ۔
اس طرح کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں

" من صلى في آخر جمعة من رمضان الخمس الصلوات المفروضة في اليوم والليلة قضت عنه ما اخل به من صلاة سنة"

جو کوئی رمضان کے آخری جمعہ میں دن رات کی پانچ فرض نمازیں پڑھ لے تو سال بھر کی نمازوں میں جو خلل رہا ان سب کی تلافی ہوجاتی ہے۔
اس روایت کے متعلق علامہ شوکانی کہتے ہیں:

بلا شبہ یہ موضوع روایت ہے، اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ موضوع حدیث پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ، ان میں بھی یہ روایت مجھے نہیں مل سکی اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ کس نے یہ روایت گھڑی ہے اللہ تعالی جھوٹوں کو رسوا کرے ۔

(الفوائد المجموعہ:۱/۵۴)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ جس کی قضا نمازیں اس قدر زیادہ ہوں کہ وہ اسے شمار نہ کر سکتا ہو تو وہ جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام سے پڑھے، جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ آیۃ الکرسی اور پندرہ مرتبہ سورہ کوثر پڑھے تو وہ اس کی زندگی بھر کی قضا نمازوں کی طرف سے کافی ہے۔

(ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان لعبد الحئ فرنگی محلی:۱۳)

یہ اور اس طرح کی قضاء عمری سے متعلق تمام روایتیں بے بنیاد اور گھڑی ہوئی ہیں، چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے موضوع حدیثوں کی علامات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں علامت یہ ہے کہ وہ عقل اور قواعد شرعیہ کے خلاف ہو جیسے کہ قضا عمری سے متعلق حدیث۔

(عجالہ نافعہ:۲۴)

اور محدث ابن جوزی کہتے ہیں کہ تم جب کسی حدیث کو کتاب وسنت، عقل اور اصول کے خلاف دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ موضوع ہے، اور اصول کے خلاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی مشہور کتابوں میں وہ روایت موجود نہ ہو۔

(تدریب الراوی:۱/۲۷۷،ردع الاخوان:۵۵)

قضاء عمری سے متعلق روایتوں کا حدیث کی مشہور کتابوں میں ہونا تو بہت دور کی بات

ہے، یہ خرافات تو ان کتابوں میں بھی جگہ نہیں پا سکیں جو متقدمین نے موضوع حدیثوں کے متعلق لکھی ہیں، غرضیکہ کسی خاص موقع پر موضوع طریقے پر چند رکعتوں کو پڑھ کر کے یہ خیال کر لینا کہ اس کے ذریعے تمام قضا نمازوں کی تلافی ہوگئی نہایت غلط ہے، شریعت میں اس کی کوئی نظیر یا مثال موجود نہیں ہے کہ ایک عبادت بہت سی عبادتوں کی طرف سے کافی ہوجائے،

علامہ زرقانی کہتے ہیں،

بعض شہروں میں ایک نہایت قبیح رواج یہ چل پڑا ہے کہ رمضان میں جمعہ کی نماز کے بعد پانچ وقت کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے ایک سال یا پوری عمر کی چھوٹی ہوئی نمازوں کا کفارہ ہوجائیگا،ایسا کرنا حرام ہے اور حرمت کی وجہ بالکل واضح ہے۔(شرح المواہب اللدنیۃ:۱۱۰/۷، ردع الاخوان:۶۰)

اسی طرح سے یہ خیال بھی غلط ہے کہ محض توبہ کرنے اور کثرت سے نوافل پڑھنے سے قضا نمازیں ذمے سے ساقط ہوجائیں گی کیونکہ حدیث میں کہا گیا ہے کہ قضا شدہ نمازوں کا کفارہ صرف یہی ہے کہ انہیں ادا کیا جائے۔

من نسی صلاۃ فلیصل إذا ذکرہا لا کفارۃ لھا الا ذالک۔(صحیح بخاری:۵۷۲)

جو کوئی نماز کو بھول جائے تو یاد آنے پر اسے پڑھ لے اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے ۔

یہ روایت اس معاملے میں بالکل واضح ہے کہ قضا نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے اور کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، نیز قضا ایک قرض کی طرح ہے اور قرض کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ ادائیگی یا معافی کے بغیر وہ ساقط نہیں ہوتا ہے

اپریل فول کی شرعی حیثیت

بقلم :- مولانا مفتی عبیداللہ شمیم قاسمی

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اس نے زندگی کے تمام شعبہ جات کے لیے اپنے ماننے والوں کو بہترین اور عمدہ اصول وقوانین پیش کیے ہیں۔ اخلاقی زندگی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا اجتماعی اور سماجی ہر قسم کی زندگی کے ہر گوشہ کے لیے اسلام کی جامع ہدایات موجود ہیں اور اسی مذہب میں ہماری نجات مضمر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا فرمان ھے: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

[آل عمران: ١٩]

اللہ کے نزدیک دین دین اسلام ہے، اب اگر کوئی شخص اس دین اسلام سے ہٹ کر کسی دوسرے دین کی پیروی واتباع کرے گا وہ قبول نہیں کیا جائے گا، ارشادربانی ہے

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

[آل عمران: ٨٥].

لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ آج کا مسلمان مغربی افکار اور نظریات سے اتنا مرعوب ہوچکا ہے کہ اسے ترقی کی ہر منزل مغرب کی پیروی میں ہی نظر آتی ہے۔ ہر وہ قول وعمل جو مغرب کے ہاں رائج ہوچکا ہے اس کی تقلید لازم سمجھتا ہے ، قطع نظر اس سے کہ وہ اسلامی افکار کے موافق ہے یا مخالف ۔حتی کہ یہ مرعوب

مسلمان ان کے مذہبی شعار تک اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ”اپریل فول“ بھی ان چند رسوم ورواج میں سے ایک ہے جس میں جھوٹی خبروں کو بنیاد بناکر لوگوں کا جانی ومالی نقصان کیا جاتا ہے۔ انسانیت کی عزت وآبرو کی پرواہ کیے بغیر قبیح سے قبیح حرکت سے بھی اجتناب نہیں کیا جاتا۔اس میں شرعاً واخلاقاً بےشمار مفاسد پائے جاتے ہیں جو مذہبی نقطہ نظر کے علاوہ عقلی واخلاقی طور پر بھی قابل مذمت ہیں۔

مگر آج ہمیں یورپ اور یہودونصاریٰ کی تقلید کا شوق ہے اور مغربی تہذیب کے ہم دلدادہ ہیں۔ یورپی تہذیب وتمدن اور طرزِ معاشرت نے مسلمانوں کی زندگی کے مختلف شعبوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔مسلمانوں کی زندگی میں انگریزی تہذیب کے بعض ایسے اثرات بھی داخل ہوگئے ہیں، جن کی اصلیت وماہیت پر مطلع ہونے کے بعدان کو اختیارکرنا انسانیت کے قطعاً خلاف ہے؛ مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ان اثرات پر مضبوطی سے کاربند ہے؛ حالاں کہ قوموں کا اپنی تہذیب وتمدن کو کھودینا اور دوسروں کے طریقۂ رہائش کو اختیار کرلیناان کے زوال اورخاتمہ کا سبب ہوا کرتا ہے۔ مذہبِ اسلام کا تو اپنے متبعین سے یہ مطالبہ ہے:

{ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ } (البقرۃ آیت:۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدم پر مت چلو، یقینا وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (بیان القرآن)۔

یہود ونصاریٰ کی جو رسومات ہمارے معاشرہ میں رائج ہوتی جارہی ہیں، انھیں میں سے ایک رسم ”اپریل فول“ منانے کی رسم بھی ہے۔ اس رسم کے تحت یکم اپریل کی

تاریخ میں جھوٹ بول کرکسی کو دھوکا دینا، مذاق کے نام پر بے وقوف بنانا اور اذیت دینا نہ صرف جائز سمجھا جاتاہے؛ بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے۔ جو شخص جتنی صفائی اور چابک دستی سے دوسروں کو جتنا بڑا دھوکا دے دے، اُتنا ہی اُس کو ذہین، قابلِ تعریف اور یکم اپریل کی تاریخ سے صحیح فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسم اخلاقی،شرعی اور تاریخی ہر اعتبار سے خلافِ مروت، خلافِ تہذیب اور انتہائی شرمناک ہے۔ نیز عقل ونقل کے بھی خلاف ہے۔

اس رسم بد کی دو حیثیتیں ہیں: (۱) تاریخی۔ (۲) شرعی۔

اپریل فول کی تاریخی حیثیت :

اس رسم کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس بارے میں موٴرخین کے مختلف بیانات ملتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اقوال ہم پیش کرتے ہیں؛تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ عقل وخرد کے دعوے داروں نے اس رسم کو اپنانے میں کیسی بے عقلی اور حماقت کا ثبوت دیا ہے

بعض مصنّفین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی

”وینس“ (Venus) کی طرف منسوب کرکے مقدس سمجھا کرتے تھے، تو چوں کہ سال کا یہ پہلا دن ہوتا تھا؛ اس لیے خوشی میں اس دن کو جشن کے طور پر منایا کرتے تھے اور اظہارِ خوشی کے لیے آپس میں ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے، تو یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کرکے اپریل فول کی شکل اختیار کرگئی۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس رسم کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ اکیس مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوجاتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں

نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ اس طرح مذاق کرکے ہمیں بے وقوف بنارہی ہے؛ لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کردیا۔

(انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا۱/۴۹۶ بحوالہ "ذکروفکر" ص۴۷، مفتی تقی عثمانی مدظلہ)۔

ایک تیسری وجہ انیسویں صدی عیسوی کی معروف انسائیکلوپیڈیا "لاروس" نے بیان کی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرلیا اور رومیوں کی عدالت میں پیش کیا تو رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایاگیا، ان کو پہلے یہودی سرداروں اور فقیہوں کی عدالت میں پیش کیا گیا، پھر وہ انہیں پیلاطُس کی عدالت میں فیصلہ کے لیے لے گئے، پھر پیلاطس نے ان کو ہیرودیس کی عدالت میں بھیج دیا اور بالآخر ہیرودیس نے دوبارہ فیصلہ کے لیے ان کو پیلاطس ہی کی عدالت میں بھیج دیا۔ لوقا کی انجیل میں اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا گیا ہے:

"اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور مارتے تھے اوراس کی آنکھیں بند کرکےاس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ اور انھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں"۔

(انجیل لوقا، ب۲۲، آیت ۶۳-۶۵، ص۲۲۷)

اورانجیل لوقاہی میں ہیرودیس کا پیلاطُس کےپاس واپس بھیجنا ان الفاظ سےمنقول ہے

"پھر ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اُسے ذلیل کیا اور ٹھٹھوں میں اڑایا اور چمک

دار پوشاک پہنا کر اس کو پیلاطس کے پاس واپس بھیجا‘‘۔ (انجیل لوقا، ب۲۳، آیت۱۱، ص۲۲۸)
لاروس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا مقصد بھی ان کے ساتھ مذاق کرنا اور انھیں تکلیف پہنچا تھا؛ چونکہ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا، اس لیے اپریل فول کی رسم درحقیقت اسی شرمناک واقعے کی یادگار ہے۔ (ذکر وفکر ص۴۷-۴۸)۔
اگر یہ بات درست ہے تو غالب گمان یہی ہے کہ یہ رسم یہودیوں نے جاری کی ہوگی اور اس کا منشاء حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی تضحیک ہوگی؛ لیکن یہ بات حیرت ناک ہے کہ جو رسم یہودیوں نے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہنسی اڑانے کے لیے جاری کی اس کو عیسائیوں نے کس طرح قبول کرلیا؛ بلکہ خود اس کے رواج دینے میں شریک ہوگئے؛ جبکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف رسول؛ بلکہ ابن اللہ کا درجہ دیتے ہیں۔ قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ ان کی دینی بدذوقی یا بے ذوقی کی تصویر ہے۔ جس طرح صلیب، کہ ان کے عقیدہ کے مطابق اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے، تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کی شکل سے بھی ان کو نفرت ہوتی؛ لیکن ان پر خدا کی مار یہ ہے کہ اس پر انھوں نے اس طرح تقدس کا غازہ چڑھایا کہ وہ ان کے نزدیک مقدس شے بن کر ان کے مقدس مقامات کی زینت بن گئی۔ بس اسی طرح اپریل فول کے سلسلہ میں بھی انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کی نقّالی شروع کردی۔ اللھم احفظنا منہ. اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عیسائی اس رسم کی اصلیت سے ہی واقف نہ ہوں اور انھوں نے بے سوچے سمجھے اس پر عمل شروع کردیا ہو۔ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا بیانات سے معلوم ہوا کہ اس رسم بد کی ابتدا کا مقصد تضحیک اورایک دوسرے کو بیوقوف بنانا ہے۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ آج ہماری نئ نسل خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقہ اسے گرمجوشی سے مناتا ہے اور اسی کو عین روشن خیالی تصور کرتا ہے۔ یہ اخلاقی وباء یکم اپریل کو منایا جاتا ہے۔ اس دن لوگ ایک دوسرے سے مذاق اور استہزاء کرتے اور ایک دوسرے کو بے وقوف بناتے ہیں۔ اس سلسلے میں عوام تو کجا حد یہ ہے کہ اب طلباء بھی اپنے محترم اساتذہ کے ساتھ یہ خلاف مروت اور حماقت پر مبنی رسم کلاس روم میں انجام دیتے ہیں۔ اس دن عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے اخبارات کی سرخیوں میں سنسنی خیز خبریں شائع کی جاتی ہیں جسے پڑھ کر لوگ تھوڑی دیر تک حیرت میں پڑھ جاتے ہیں، بعد میں پتہ چلتا ہے کہ آج یکم اپریل "اپریل فول" کا دن ہے تو حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

مسلمانوں کا اپریل فول منانا جائز نہیں، کیونکہ اس میں کئی مفاسد ہیں جو ناجائز اور حرام ہیں، اس لیے کہ اس میں جن امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حرام ہیں۔

اپریل فول کی شرعی حیثیت :

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ تاریخی اعتبار سے یہ رسم بد قطعاً اس قابل نہیں کہ اس کو اپنایا جائے؛ کیونکہ اس کا رشتہ یا تو کسی توہم پرستی سے جڑا ہوا ہے، جیساکہ پہلی صورت میں، یا کسی گستاخانہ نظریے اور واقعے سے جڑا ہوا ہے؛ جیساکہ دوسری اور تیسری صورت میں۔ اس کے علاوہ یہ رسم اس لیے بھی قابل ترک ہے کہ یہ مندرجہ ذیل کئی گناہوں کا مجموعہ ہے:

(۱) مشابہت کفار ویہود ونصاریٰ

(۲)جھوٹا اور ناحق مذاق

(۳)جھوٹ بولنا

(٤)دھوکہ دینا

(۵)دوسرے کواذیت پہنچانا

ان میں سے ہر ایک عنوان پر الگ الگ بحث کی جائے تو مضمون طویل ہوجائے گا۔
اس میں غیر قوموں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور حدیث شریف میں ہے:
ابوداود شریف کی روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

سنن أبي داود (4031)

کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے
ایک قباحت اس میں یہ بھی ہے کہ جھوٹ بول کر دوسروں کو پریشان کیا جاتا ہے اور جھوٹ بولنا شریعت اسلامی میں ناجائز اور حرام ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ، حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ فُجُورٌ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ، حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا» صحيح مسلم (2607)

ترجمہ: سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت لے جاتی ہے اور بندہ برابر سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک اللہ تعالی کے یہاں صدیقین میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ بولنا گناہ ہے اور گناہ [جہنم کی] آگ کی طرف لے جاتا ہے، بندہ برابر جھوٹ بولتا رھتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی کے یہاں اس کا نام جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔بلکہ ایک حدیث مبارک میں تو جھوٹ بولنے کو منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

(صحيح البخاري، رقم الحديث: ٣٣).

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔جب بات کرتاہےتو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

اس دن جھوٹ کی بنیاد پر بسا اوقات دوسروں کے بارے میں غلط سلط باتیں پھیلا دی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کی عزت خاک میں مل جاتی ہے ، اس دن مذاق میں دوسروں کو ڈرایا دھمکایا بھی جاتا ہے جو بسا اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اگلے روز کے اخبارات سے لگایا جا سکتا ہے۔غرض اس فعل میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قبیح فعل سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اللہ تعالی ہمیں دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

جورب راضی تو سب راضی

بقلم :- مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری ، نائب ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائمیر اعظم گڈھ

یہ اسلام کی ہمہ گیری و ہمہ جہتی اور بندہ پروری و بندہ نوازی ہے کہ آسمانی ہدایات اور خدائی فرمان شعبہائے انسانی کے تمام حصص پہ سایہ فگن ہیں، خداءوحدہ' لاشریک لہ' نے انسانوں کو کسی بھی شعبہ میں اپنے منشور سے محروم نہیں رکھا۔

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل و اکمل و جامع ترین پیامِ رحمت ہے،انسان کی ذہنی و عقلی ، اخلاقی و معاشرتی ، جسمانی و روحانی ، سیاسی و سماجی ، انفرادی و اجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہرشعبۂ حیات میں ترقیوں کا زعیم ہے۔

یہ الگ بات کہ انسان آج اسلامی ہدایات کو معلوم کرنے اور شرعی احکامات پہ عمل کرنے کے جذبہ سے محروم ہوتا جارہا ہے، ورنہ تو شریعت مطہرہ جہاں ایک طرف شاہوں کے لیے احکام بیان کرتی ہے وہیں دوسری طرف رعایا کے لیے بھی ہدایات جاری کرتی ہے، اگر مردوں کی رہنمائی میں پیش پیش ہے تو عورتوں کے لیے بھی فرامین کا ذخیرہ رکھتی ہے، آزاد انسانوں کو پابند کرنے کا نسخہ ہے تو غلاموں کے لیے بھی راحت رسانی کا پیکج ہے بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جہاں روڈ میپ ہے تووہیں بچوں کے اخلاق و عادات کی درستگی کا مفصل فرمان بھی؛ آج سے چودہ سوسال پہلے ہی اسلام کے کامل و اکمل ہونے کو رب نے آشکارا فرمادیا تھا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا(سورۃ المائدۃ)

ترجمہ " آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا ہے اور تم پر اپنے احسان کو مکمل کردیاہے اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا ہے"۔

آپ غور کریں گے تو واضح ہوگا کہ شعبہائے انسانی کے ہر ہر شعبہ میں اسلام کی سلامتی والے اعمال موجود ہیں، لیکن افسوس ہم اس کا خیال نا کرتے ہوئے اپنے علاقائی خانگی اور خاندانی رسموں رواجوں کے خریدار بن کر رسوائی و رو سیاہی اور ناکامی و مایوسی کے شکار ہورہے ہیں، یقینا یہ ہماری بہت بڑی محرومی ہے کہ صاف ستھری آسمانی تعلیمات کو نظر انداز کرکے آ غشتہ وپراگندہ تعلیمات کے شیدائی بن کر پریشان و مصیبت زدہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اسلام گود سے لے کر گور تک انسانوں کی رہبری و رہنمائی کرتا ہے، قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ ہمارا دین دار طبقہ بھی اب اسلامی معاشرت و معاملات اور سیاست میں اسلامی رہنمائی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا بلکہ اگر یوں کہوں کہ بیزار ہوتا جارہا ہے تو غلط نہ ہوگا، ان تمام میدانوں میں خصوصاً میدانِ سیاست میں تو وہ فساق و فجار پہ تکیہ کیے بیٹھا ہے۔

حالاں‌کہ سیاست ایک ایسا میدان امتحان ہے جہاں تدین و تقوی کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے بقول والد گرامی حضرت محسن الامت نوراللہ مرقدہ "کس قدر مضحکہ خیز اور ہنسی انگیز ہے یہ بات کہ اپنے علاقہ اور شہر کے سب سے بدکردار و بد اطوار کو اپنا سیاسی نمائندہ منتخب کرتے ہیں اور امید لگاتے ہیں کہ وہ امانت داری سے کام کرے گا اور لوگوں کے کام آئے گا ان کے حقوق کی پاسداری کرے گا"۔

یوں تورسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہی انسانیت کے لیے آبِ حیات

ہے، لیکن موجودہ حالات کے تناظر میں آپ کی زندگی کے ابتدائی احوال ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بہترین مرجع ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں سب سے پہلا جو کام کیا موجودہ حالات شدت سے اس کے متقاضی ہیں، یعنی بہترین افراد کی کھیپ تیار کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں سب سے پہلا کام یہی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست انسانوں پے محنت کی، جس کے نتیجہ میں کم و بیش تین لاکھ صحابہ ؓ کرام کی ایسی جماعت تیار ہوئی جس میں ہر ایک فرد اپنی مثال آپ تھا، ہر صحابی نبی کے قول ''کلُھُم عَدُول'' کا مصداق تھا۔

مکہ کی پوری زندگی رجال سازی میں گزاردی، تب کہیں جا کر مدنی زندگی کا انقلابی دور شروع ہوا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم افراد سازی نا کرتے تو ہر محاذ پر جنگ نہیں جیت سکتے تھے، ہر صحابی جہدِ مسلسل صبر و پیمان کا خوگر بلکہ باطل کے لیے پہاڑ کی چٹان تھا، کیاہی اطمینان و اعتماد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عطاءہوا تھا، جس کی تمثیل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

آج کی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ امت مسلمہ اپنا اعتماد کھو چکی ہے کسی کو کسی سے اطمینان نہیں ہر کوئی اپنی اصلاح سے غافل دوسروں کی صلاح و فلاح بلکہ یوں کہ لیں کہ تذلیل و تحقیر میں پریشان ہے، زبانی جمع خرچیوں کا جو عالم ہے، وہ صرف اور صرف خندہ آور ہے۔

بقول حضرت مجذوب علیہ الرحمہ

کامیابی تو کام سے ہوگی　:　نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی　:　فکر کے اہتمام سے ہوگی

آج ضرورت ہے انفرادی طور پہ کام کرنے کی، لوگوں کو دین سے جوڑنے اور اس پر عمل آوری پر ابھارنے کی، آپ امت مسلمہ کو شریعت کے پیمانہ پر ناپیں گے تو حیرت کریں گے کہ آج ہمارا اکثر طبقہ کلمہ کی روح چھوڑئے، کلمہ کے الفاظ سے بھی نامانوس ہے، اسے نہ تو اپنی تاریخ کا علم ہے اور نہ ہی اپنی اہمیت کا اندازہ؛ آج امت مسلمہ کعبہ و کلیسا کی کشمکش میں مشرق و مغرب کے درمیان معلق ہوکے رہ گئی ہے، اس کے فکر و عمل میں معرکۂ ایمان و مادیت برپا ہے، مشرقی تہذیب میں اسے انسانیت کی معراج نظر آتی ہے، آج کا نوجوان سود وزیاں سے پرے مغربی تہذیب کا دلدادہ ہوتا جارہا ہے، تقویٰ و پرہیزگاری کو وہ سوہان روح اور فرسودہ گمان کرتا ہے، اس کے قلب و جگر میں یہ بات نہ جانے کہاں سے پیوست ہوگئی ہے کہ دین پر عمل آوری اسے غاروں کی دنیا کا باشی بنادے گی، رزق اس پر تنگ کردیا جائے گا، اس پے یہ خوف نہ معلوم کیوں قبضہ جما چکا ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری اس کے لیے اذیت ناک عمل ہوگا، جب کہ قرآن میں ربّ ذوالجلال کا صاف اعلان ہے

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ""(سورہ طلاق)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے (تقویٰ اختیار کرتا ہے)اللہ تعالیٰ اس کے لیے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پہ توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی (اصلاح مہمات) کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے متقی بندوں سے وعدہ فرماتا ہے:

”وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا“(سورہ طلاق)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا(تقویٰ اختیار کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کردے گا۔

تقویٰ کہتے کس کو ہیں ؟ تقویٰ کہتے ہیں پرہیز گاری کو، تقویٰ کہتے ہیں دل کی اس کیفیت کو جس کے حاصل ہوجانے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک معلوم ہونے لگے اور نیک کاموں کی تڑپ بڑھ جائے تقویٰ بزرگانِ دین کا اوّلین وصف ہے، ان کی صحبت تقویٰ و پرہیز گاری کے لیے بہت ہی معاون و مددگار ہے، متقیوں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب اور دوست کہتے ہیں” فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ“(آل عمران)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو محبوب (دوست) رکھتے ہیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں جب کہ امت کو سبب کے درجہ میں بظاہر کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آتا جس کو اختیار کرکے مستقبل کو محفوظ بنایا جاسکے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے اللہ کی دوستی کی جانب بلایا جائے تاکہ اس کے رنج و غم کا مداوا ہوسکے، ان کے ٹوٹتے دلوں کو حوصلہ مل سکے، خوف سے آزادی حاصل ہوسکے اور ان سب کے لیے سب سے بہترین چیز تقویٰ ہے۔ قرآن کا فرمان ہے:

”اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ“(سورہ یونس)

ترجمہ:یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں ☆ وہ اللہ کے دوست ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو خوفناک اور غم ناک حوادث سے بچاتے ہیں، یہاں خوف سے خوفِ حق اور غم سے غمِ آخرت مراد نہیں، بلکہ دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے۔

دوسری جگہ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

''الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے خوش خبری ہے دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں، بدلتی نہیں اللہ کی باتیں، یہی ہے بڑی کامیابی۔

ہم نے دنیا کی نظروں میں خود کو بہتر بنانے اور دنیا کے حصول کے لیے کیا کچھ نہیں کیا، دین سے دوری اختیار کی مادیت کے پرستار بنے، آزادانہ روش کے راہی بنے، دشمنوں کی چال ڈھال کو اپنایا، پھر بھی ہم پستیوں کے شکار ہوتے گئے، ہماری نہ تو سماجی حیثیت رہی اور نا ہی سیاسی، مصلحت کی تہہ بہ تہہ چادروں کو ڈھوتے ڈھوتے ہم کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے، دشمنوں سے دوستیاں کیں، شاید ہمارا بھلا ہوجائے، پر افسوس! سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ ہوا، ابھی بھی ہمارے پاس ایک راستہ ہے، جس پے چلنا کامیابی کی ضمانت ہے؛ ابھی بھی ایک ذات ہے، جس کی دوستی ہماری بہار رفتہ اور عزت مرحومہ کو واپس لا سکتی ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے، میں پوری گارنٹی سے کہتا ہوں اس کی دوستی ہمارے لیے سراسر نفع کا سودا ہے اگر اس نے ہمیں اپنا دوست بنالیا تو بڑے سے بڑا دشمن بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اگر وہ ہمیں تکلیف بھی دینا چاہے گا تو ہماری طرف ہاتھ بڑھانے سے پہلے اسے اللہ سے جنگ کرنی پڑے گی۔

بخاری شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے روایت ہے:

''انَّ اللّٰهَ قَالَ: مَن عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَد آذَنتُهُ بِالحَربِ''

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے کسی ولی (دوست) سے دشمنی کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے)۔

ہے دنیا کی کوئی طاقت جو رب سے جنگ کرسکے؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلاشبہ ہم کمزور ہیں پر ہمارا رب نہیں وہ تو لفظ ''کن'' کا مالک ہے، ایک لفظ کے ذریعہ دنیا کو وجود بخشنے والا ہے، ایک ہی لفظ دنیا و مافیہا کے اتھل پتھل کے لیے کافی ہے۔

یہی نہیں اسی روایت کے اگلے حصہ میں رب کے فرمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ''پس جب میں اسے محبوب (دوست) بنا لیتا ہوں تو پھر (اس کے نتیجے میں) میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے''وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ'' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے''وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا'' اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے''وَرِجلَهُ الَّتِي يَمْشِ بِهَا''اور اس کا پیر بن جاتا ہوں ،جس سے وہ چلتا ہے؛ اب آپ ہی اندازہ لگائیں جس مال پے احکم الحاکمین اپنی مہر لگادے، اسے کون قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے؟ دنیاوی حکمراں اگر کسی جانور پے بھی اپنے نام کا لیبل لگادیں، تو کسی کی مجال نہیں اس کو تکلیف پہنچاسکے، پھر وہ تو سارے جہان کارب ہے، جب وہ کسی کان کو اپنا کان کہہ دے تو کس کی دکان اس کے سامنے کھلی رہ سکتی ہے؟ جب وہ کسی آنکھ کو اپنی آنکھ کہہ دے تو کون سی آنکھ ہے جو اسے آنکھ دکھا سکے؟ کسی ہاتھ کو جب وہ اپنا ہاتھ کہہ دے تو وہ کون سا ہاتھ ہے جو اس ہاتھ کو ہاتھ لگا سکے؟ اور جب وہ کسی پیر کو اپنا پیر کہہ دے تو پھر کون سا ایسا

پیر ہے جو اسے لنگی (ٹانگ میں ٹانگ اڑانا) مار سکے؟
ظاہر سی بات ہے کسی میں اتنی جرأت نہ ہوگی جو رب سے جنگ کے چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت رکھے، بس! ہم ہی ہیں جو اپنے رب کی دوستی سے بھاگ رہے ہیں اور ذلت وخواری ہمارا مقدر بنتی جارہی ہے،اگرخوف وذلت کےاس حصار کو توڑنا ہے تو تقویٰ کو اپنی زندگی میں شامل کرکے رب کی دوستی کو حاصل کرنا ہوگا اور عوام الناس کوبھی اسی راستے کا راہی بنانا ہوگا، رب کو اپنا بنالیں سب آپ کا ہو جائے گا، جو رب راضی تو سب راضی....!

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئی نہیں میری

ajwadullahph@gmail.com

منشی نول کشور کی قرآن سے عقیدت و محبت

بقلم :- مولانا محمد صابر القاسمی ، جامعہ فیضِ عام دیو گاؤں

منشی نول کشور انیسویں صدی کے ایک معروف و مشہور ناشر تھے,,اودھ اخبار،، کے مدیر اور کامیاب نثر نگار تھے، ویسے تو وہ ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے لیکن انھوں نے اپنا رشتہ کاغذ قلم سے استوار کیا اور استوار رکھا بھی، اس سے ایسے وابستہ ہوئے کہ وہی ان کی پہچان بن گئے، کتابوں کی طباعت واشاعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، وہی ان کا محبوب مشغلہ تھا، وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے لیکن انھوں نے اس راستے میں بڑی مشقتیں برداشت کیں، آج کی طرح آسانیاں اور سہولتیں نہ تھیں، چھاپہ خانہ قائم کرنا اور قائم رکھنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر اگر عزم و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ قدم بڑھایا جائے تو آخری منزل کامیابی ہی ہوتی ہے، انھوں نے 1858ء میں لکھنؤ میں ایک چھوٹے سے کمرے میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور طباعت کا کام شروع کیا، اپنے کام کے ابتدائی دور میں انھوں نے چند مذہبی رسالے اور قاعدے طبع کئے، انہیں اپنے کاندھوں پر رکھ کر بازاروں، گھروں اور دفتروں تک خود ہی پہنچاتے تھے، منشی جی کے لگائے ہوئے پودے نے برگ و بار لانے شروع کئے، دھیرے دھیرے وہ شجر سایہ دار و پھل دار بن گیا، مطبع نول کشور نے درجنوں بے روزگاروں کو روزگار اور علم و ادب کے متوالوں کو علمی و ادبی غذا فراہم کی، چھوٹے سے کمرے میں قائم ہونے والے جس پریس کے

منشی نول کشور مالک بھی تھے، جس میں نوکر بھی تھے اور جس کے طبع شدہ مواد کے تاجر بھی وہی تھے اپنے عروج کے زمانے میں اسی پریس کے عملے کی تعداد دو سو سے اوپر تھی، اس زمانے میں وہ عالمی شہرت کا حامل طباعتی ادارہ بن گیا تھا اور اس کی مطبوعہ کتابیں ملک و بیرون ملک پھیل گئی تھیں۔

منشی نول کشور مذہباً ہندو تھے تاہم انہوں نے اسلامی علوم و فنون اور تاریخ و ادب کے بڑے ذخیرے کو زیور طباعت سے آراستہ کیا، وسائل کی قلت کے زمانے میں یہ بہت بڑا کارنامہ تھا، انہوں نے قرآن کی تفسیریں اور حدیث و فقہ کی کتابیں شائع کیں، فتاویٰ عالمگیری، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، تاریخ طبری اور تاریخ فرشتہ وغیرہ ان کے مطبع کی چند قابل ذکر کتابیں ہیں۔

منشی نول کشور ناشر کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے کاتب، صحافی اور علم دوست انسان تھے، وہ سبھی مذاہب اور مذہبی کتابوں کا احترام کرتے تھے، دوسری مذہبی کتابیں بھی ان کے مطبع سے شائع ہوتی تھیں لیکن قرآن کریم کی عظمت و تقدس کا انہیں خاص لحاظ تھا، انکے مطبع میں علماء، حفاظ، ادباء، شعراء اور مؤرخین بڑی تعداد میں جمع تھے، قرآن کریم کی طباعت کے لئے الگ حفاظ تھے، انہیں باوضو کام کرنے کا حکم تھا، منشی جی خود بھی وضو کرکے صاف ستھرے کپڑے پہن کر پروف ریڈنگ کرتے تھے، کاغذات کے وہ ٹکڑے جن پر قرآنی آیات ہوتی تھیں انہیں اکٹھا کرنے کے لئے دو ملازم رکھے تھے وہ ان ٹکڑوں کو جمع کرکے احترام سے دفن کردیتے تھے، قرآن کی چھپائی اورجلد سازی کی جگہ جوتے پہن کر جانے کی کسی کو بھی اجازت نہ تھی، ایک حوض بنایاگیا تھا، قرآنی آیات لکھی ہوئی پتھروں کی سلوں کو دھلا جاتا تو اس کا پانی

اسی حوض میں جمع ہوتا تھا اور اسی میں خشک ہو جاتا تھا، یہ سارے انتظام اس وجہ سے تھے کہ قرآن کریم کی کسی بھی طرح سے بے ادبی نہ ہو، احترام قرآن کا جو معیار انہوں نے قائم کیا تھا وہ اپنی مثال آپ ہے، اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

منشی نول کشور ہندو ہونے کے باوجود قرآن کا کس قدر احترام کرتے تھے، بعض نام نہاد مسلمان قرآن کریم کے ساتھ توہین آمیز سلوک کررہے ہیں، بعض آیات کے حذف کا مطالبہ کرکے قرآن کی توہین کررہے ہیں، وہ حقیر اور گھٹیا ذاتی مفاد کے غلام ہیں، مفاد کے بندے مفاد کی خاطر کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں، کچھ بھی کہہ سکتے ہیں اور کچھ بھی کرسکتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سورج کی طرف تھوکنے سے تھوک منہ پر ہی گرتا ہے۔

قرآن پاک تشدد سے پاک اور ہدایت ورحمت کی عالمی کتاب ہے

بقلم :- حضرت مولانا مفتی محمد عبیداللہ قاسمی صاحب ، دہلی

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے جو پوری دنیا کی ہدایت کے لئے آسمان سے زمین پر نازل ہوئی ہے اور آج دنیا کے اربوں لوگوں کی زندگی اس کے ارد گرد طواف کرتی ہے. مگر افسوس کہ اس کتابِ ہدایت کے بارے میں آج بعض نفرت کے پجاریوں نے تشدد کی تعلیم کا الزام لگاکر آسمان پر تھوکا ہے جس کا انجام سب کو معلوم ہے. اس کتاب کے نزول سے پہلے انسانی آبادی کا جو کربناک حال تھا اور جو کیڑے مکوڑوں اور درندوں جیسی ان کی زندگی تھی وہ سب کو معلوم ہے. اللہ کی اس کتاب نے نازل ہوکر دنیا میں تاریخِ عالم کا سب سے بڑا انقلاب پیدا کیا اور پوری دنیا کو اپنی روشنی سے جگ مگ کردیا. اس کے حسن نے دلوں اور دماغوں کو ایسا مسحور کیا اور اس مقناطیسِ ہدایت نے لوگوں کی توجہ کو اس انداز سے اپنی جانب کھینچا کہ یہ دنیا کی واحد کتاب بن گئی جو ڈیڑھ ہزار سالوں سے مسلسل ہر زمانے میں پہلے تو ہزاروں، پھر لاکھوں اور پھر کروڑوں دلوں کو اپنا مسکن بناتی چلی گئی اور اس طرح آج کروڑوں دھڑکتے دل قرآن اور اس کے محافظ خانے بن گئے. مسلمانوں کی ہر گلی اور محلے میں ایسے چلتے پھرتے قرآن نظر آجائینگے. رفتار ابھی تھمی نہیں ہے، تعداد ابھی گھٹی نہیں ہے بلکہ روز افزوں اس میں اضافہ ہوتا چلاجارہا ہے. چند روز کے بعد رمضان ماہِ قرآن میں دنیا اس کا نظارہ مزید نمایاں طور پر دیکھ سکے گی.-

دنیا کی یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے نہیں نازل ہوئی ہے بلکہ نصاری، ہنود، یہود اور دیگر تمام انسانی آبادی کے نفع کے لئے نازل ہوئی ہے اور بلا تفریقِ مذہب وملت پوری انسانی آبادی نے اس سے روشنی اور فائدہ حاصل کیا ہے. اگرچہ دنیا میں بہتیرے اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں مگر اس کی بے شمار تعلیمات کو وہ اپنی انفرادی، اجتماعی، معاشرتی اور ملکی زندگی کا حصہ بنانے پر مجبور ہیں. اس کتاب نے دنیا کی عورتوں کو زندگی، عزت اور لباس بخشا جسے دنیا کی بڑی آبادی اختیار کرنے پر مجبور ہوئی. اس کتاب نے دنیا کی عورتوں کو مالک بننے کا حق دیا اور میراث میں حق دیا جسے اب پوری دنیا نے جھک مارکر تسلیم کیا. نکاح کی نعمت بخشی جسے دنیا کے ہر گھر نے قبول کیا. سخت ضرورت پر طلاق کا راستہ بتایا جسے پوری دنیا نے اپنے قانون میں شامل کیا. اس عظیم ترین کتاب نے انصاف کی شاہکار تعلیمات دیں، انصاف کے لئے عدالت قائم کی اور گواہی اور حلف کا نظام قائم کیا، سزا کو جاری کیا جسے پوری دنیا کو ہر جگہ نافذ کرنا پڑا. اس کتاب نے سائنس کے خزانوں اور اسرار کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے. انسانی پیدائش کے مرحلوں، چاند کی لطافت، سورج کی تمازت، اپنے مدار پر سیاروں کی سیاحت، نباتات اور چٹانوں کی حیات، دو سمندروں کے ملنے کے باوجود پانیوں کا جدا جدا رنگ اور ڈھنگ، ماہتاب کی دولختی (انشقاقِ قمر) اور مناظرِ کائنات کے بارے میں اس کتاب نے جو بتایا ہے دنیا آج بعینہ اسی طرح تسلیم کرنے پر مجبور ہوئی اور قرآن کی نعمتوں سے سیراب ہوئی ہے. سورج کی شعاؤں اور چاند کی چاندنی کی طرح اس کتاب کے آفتاب وماہتابِ ہدایت کا فیض ہر خطہِ ارض پر پڑا اور مسلم اور غیر مسلم سب نے اس کی تعلیمات اور نعمتوں سے فائدہ

اٹھایا. اس کتابِ ہدایت ورحمت سے انسانوں نے بلا تفریقِ مذہب انسانیت اور طرزِ زندگی سیکھا، تہذیب وبلند اخلاق سیکھے. مگر افسوس کہ آج بعض بے وفا، احسان فراموش، انسان اور انسانیت کے دشمن ایسے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جو دنیا کی اس عظیم ترین محسنِ انسانیت ہدایت نامہ پر بہتان تراشی کررہے ہیں، اسے ضرررساں بتارہے ہیں، انہیں یہ کتاب آنکھوں میں چبھ رہی ہے اور وہ اس کی حقانیت اور پرزور ناقابلِ تسخیر دلائل کو دیکھ کر حسد میں پاگل ہوئے جارہے ہیں.

جس خدائی کتاب نے انسان کو انسان کا بھائی بتایا، سارے انسانوں کو ایک آدم وحوا کی اولاد بتاکر ایک خاندان کی لڑی میں پروکر آپسی محبت قائم کی، سب کا ایک ہی خالق ومالک بتاکر باہمی اجتماعیت کے رشتے کا احساس جگایا، بغیر معقول سبب ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل بتایا، بلا تفریقِ مذہب کسی بھی انسان پر ظلم کرنے سے روکا، بلا تفریقِ دین یعنی غیر مسلم مسکینوں، یتیموں اور ضرورتمندوں پر بھی اپنا قیمتی مال صدقے میں لٹانے، انہیں سہارا دینے اور ان کے آنسو پونچھنے کی ترغیب دی اور آخرت میں اس پر بڑے انعامات کا وعدہ کیا افسوس کہ اس کتاب کے خلاف آج بعض غدار آوازیں نکال رہے ہیں. ان کا الزام ہے کہ اس کتاب میں تشدد کی تعلیم ہے. اس کی متعدد آیات میں تشدد بھرا ہوا ہے. انہوں نے یہ مغالطہ دینا چاہا کہ یہ کتاب انسانیت کے لئے سخت نقصان دہ ہے اور دنیا کی عدالت اور حاکم کے پاس نالش کردی ہے مگر اسے احکم الحاکمین کی عدالت اور اس کی سخت پکڑ جکڑ یاد نہیں رہی جو ایسی مضبوط ہوگی جس سے کوئی مجرم بچ کر کبھی بھی نکل نہیں سکتا.

ایسے انسانیت دشمنوں نے جن آیات پر ایسا الزام لگایا وہ آیات تشدد کی نہیں بلکہ انسانیت کی حفاظت اور اس کے دفاع کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح اللہ کی نازل کردہ وہ آیتیں انسانی جان، مال، عزت اور فکر کے لئے سراپا رحمت ہیں. خصوصی اور استثنائی حالات میں قرآن کی یہ وہ تعلیم ہے جس پر خود پوری دنیا آج عامل ہے. اگر دفاع میں ہر نظر آنے والی سختی، سزا، مار، اور حملہ تشدد ہے تو پھر دنیا کا ہر ملک اپنی فوج کا نظام قائم کرکے تشدد برپا کرنے والا ہوگا، اس کے دفاع کا نظام تشدد کا نظام کہلائے گا، مجرموں کو سزا دینا تشدد ہوگا، اپنی جان ومال وعزت کے دفاع میں گھونسے، لات، لاٹھی اور گولی چلانا مظاہرِ تشدد ٹھہرینگے، سرجن کا پھوڑے پر نشتر چلانا اور باغی وطاغی اعضاء کی سرجری کرنا تشدد اور ممنوع قرار پائے گا؟ اگر دنیا ان کاموں کو تشدد نہیں کہتی ہے اور یہ یقیناً تشدد نہیں ہیں بلکہ انسانوں کے لئے باعثِ رحمت ہیں تو پھر جب قرآن کی وہ آیات ایسے مواقع اور ایسی استثنائی صورتحال میں ان ہی باتوں کی تعلیم دیتی ہیں تو یہ بھی تشدد نہیں کہلائینگی.

قرآن نے تو ان آیتوں میں دفاع کے لئے ان ہی باتوں کی تعلیم دی ہے جسے آج ہر ملک نے قانوناً وعملاً اختیار کیا ہے، اور اس کے لئے فوج، پولس اور عدالت کا نظام قائم کیا ہے. لہذا اگر دنیا کے ملکوں کے یہ نظام تشدد نہیں ہیں تو قرآن کی ان آیات کی تعلیمات بھی ہرگز ہرگز تعلیماتِ تشدد نہیں ہیں بلکہ انسانیت کے لئے سراپا تعلیماتِ رحمت اور تعلیماتِ دفاع وحفاظت ہیں.

محمد عبید اللہ قاسمی، دہلی

طبیب پاسباں ، مولانا ڈاکٹر محمد ارشد قاسمی صاحب

بقلم :- حضرت مولانا مفتی شرف الدین عظیم قاسمی ، مسجد انوار گوونڈی ممبئی

مشہور ہے کہ اربابِ حکمت و طبابت اپنے فن کے سلسلے میں بڑے محتاط واقع ہوئے ہیں،اس قدر کہ،انھوں نے اپنے فن کی اہمیت میں اضافے کے پیشِ نظر اس کو عام کرنے میں بخل سے کام لیا اور اپنے تمام تجربات و مشاہدات اور طبّی معلومات کے ذخائر کو اپنی ذات کے ساتھ اسے بھی قبر میں دفن کردیا۔

یہ نظریہ کہاں تک صحیح ہے یہ تو اس فن کے متخصصین ہی بتائیں گے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ عہد حاضر میں اس کا عبرتناک زوال اس سلسلے میں کافی حد تک صداقت کی روشنی فراہم کرتاہے

تاہم اس فکر محدود اور اذہان کی تنگی کے حصار میں تمام حکماء طب کو داخل نہیں کیا جاسکتا۔

سیاہ رات میں جس طرح جگنوؤں کی بزم تاریکیوں کے سینوں میں شگاف ڈالتی ہے،ٹمٹماتا ہوا چراغ جس طرح سحر کی نوید سناتا ہے'،

بے کیف زمینوں میں جس طرح گلاب کھلتے ہیں،

ٹھیک اسی طرح طب کے تنگ ماحول میں انسانی جذبات کی ہر دور میں شمعیں بھی جلتی رہی ہیں۔

رفیق مکرم مولانا ڈاکٹر ارشد صاحب قاسمی کی شخصیت اسی شمع کی ایک روشن ضوء جاں نواز ہے'،جس میں انسانیت کی مسیحائی کا سورج وقت کے تقاضوں کے ساتھ تمام رنگوں

میں جلتا رہتا ہے،اور انسانی وجود میں پھیلی ہوئی مایوسیوں کے خوفناک اندھیروں کو دور کرتا رہتا ہے،

کبھی معاشی کارناموں سے، کبھی مفید مشوروں سے،

کبھی براہ راست ،منزل آشنا رھنمائیوں سے اور کبھی بہ نفس نفیس ،مسیحا کی تلاش میں بھٹکتی ہوئی منتظر نگاہوں کی اشک سوئیوں سے،

کبھی صحت کے راز سے واقفیت عطا کرنے والی ہمدردی تقریروں سے،اور کبھی اس علم کی روشنی میں طبّی معلومات سے آراستہ دلآویز تحریروں سے،

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک،،

مذکورہ مضمون جس میں موسم کے حوالے سے سنگین امراض کی نشاندھی،اس کے نقصانات اس سے حفاظت کی تدابیر، طبّی لحاظ سے صحت مند زندگی کے راز کا انکشاف،

درحقیقت اسی جذبہ انسانیت کا کرشمہ ہے جس میں اخوت،محبت ہمدردی،اور غم گساری کے شجر ہائے سایہ دار پرورش پاتے ہیں،

اخلاق زندگی کے بام عروج پر پہنچتے ہیں، انسانیت ہفت آسماں کا سفر کرتی ہے، اخلاص کے پودے اگتے ہیں،

ہمدردی کا سورج طلوع ہوتاہے،اخوت عام ہوتی ہے،خود غرضی منہ چھپاتی ہے،مادیت کے بے رحم صحرا میں ایثار و قربانی کا گلشن رونما ہوتاہے

اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انسانیت کے کشت ویراں میں بہاروں کے قافلے اترتے ہیں۔

وہ قافلے۔۔۔۔۔۔

جن کے نقش قدم کے مٹنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

علوم نانوتویہ : تعارف و تجزیہ قسط نمبر 2

بقلم :- حضرت مولانا حفظ الرحمن اعظمی ، فاضل دارالعلوم دیوبند

اس مضمون کی پہلی قسط : پاسبانی تراشے ماہ فروری 2021 میں شائع ہوچکی ہے

تصنیفات نانوتوی سے استفادے کے اصول

یہ تو امر واقعی ہے کہ حضرت نانوتوی کی کتابیں عام مصنفین کے مقابلے بے انتہا دشوار اور مشکل ہیں ، ان کی صعوبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ " شیخ الہند " جیسی عبقری شخصیت کو بھی انھیں سبقا سبقا پڑھنے کی حاجت محسوس ہوئی ؛ لیکن پھر بھی اگر دوران مطالعہ چند باتوں کا خیال رکھا جائے تو یقین ہے کہ آپ رح کی کتابیں کچھ حد تک آسان ہوجائیں گی ۔۔۔

(١) حضرت نانوتوی رح اپنی عادت کے مطابق جب بھی کسی موضوع پر گفتگو فرماتے ہیں تو تقریب فہم کے لئے موضوع پر کلام کرنے سے پہلے متعلقات موضوع پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں حتی کہ وہ گفتگو کبھی کبھی طویل سے طویل تر ہوجاتی ہے ، اور آپ کا یہ اسلوب آپ کی ہر تصنیف ______ خواہ وہ مختصر رسالہ ہو یا ضخیم کتاب ____ ہر ایک جگہ پایا جاتا ہے ، اس لئے قارئین کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت کی کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے کتاب میں موضوع اور متعلقات موضوع کی تعیین کرلیں تاکہ استفادہ آسان ہوسکے ۔۔۔

(۲) عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت نانوتوی کی اکثر کتابیں چونکہ اپنے ذہین و فطین تلامذہ کو لکھے گئے خطوط پر مشتمل ہیں اس لئے اس میں تصنیفی اصول کی رعایت نہیں کی گئی ہے ، انداز بیان غیر مرتب بھی ہے اور کسی قدر الجھا ہوا بھی ۔ لیکن خاکسار اس نظرئے سے بالکل بھی متفق نہیں ہے ، اس کے نزدیک حضرت نانوتوی کی کتابوں میں جو حسن ترتیب پائی جاتی ہے وہ دور حاضر کے بعض قلم کاروں کے یہاں بھی مثل عنقاء ہے ، بس بات اتنی ہے کہ آپ کے بلند پایہ مضامین اور باریک استدلال میں الجھ کر نگاہیں اس حسن کا ادراک نہیں کرپاتیں ، ورنہ تو حضرت نانوتوی کی کتابوں کو بآسانی باب وار فصل وار بھی مرتب کیا جاسکتا ہے جو فہم کتاب میں معاون ثابت ہوں ۔۔۔

(۳) آپ کی کتابوں سے استفادہ کے لئے منطق و فلسفہ کی اصطلاحوں سے واقفیت ضروری ہے ، کیونکہ آپ کا کلام منطق و فلسفہ کی ہی زبان میں وارد ہوا کرتا تھا ، حضرت شیخ الہند کا بیان ہے کہ جب تک حضرت الاستاذ باحیات تھے ہم آپس میں منطق کا دور کیا کرتے تھے ، اس لئے طالبان علوم نانوتویہ کے لئے یہ شرط اول ہے کہ وہ منطق و فلسفہ کی اصطلاحات سے کم از کم اتنی واقفیت تو ضرور پیدا کرلیں کہ یہ اصطلاحیں حصول فیض سے مانع نہ ہوں

(٤) حضرت نانوتوی رح کی تحریروں میں مکررات کثرت سے پائے جاتے ہیں ، لیکن وہ اس انداز کے ہوتے ہیں کہ ایک کتاب میں اسے بہت ہی مختصر انداز میں

پیش کیا گیا ہے تو دوسرے میں قدرے وضاحت کے ساتھ ، اور تیسرے میں پوری تفصیل بیان کردی گئی ہے ، ایسے میں ہم جیسے ظلوم و جہول کے لئے لازم ہے کہ کلام نانوتوی کے ایک حصے کو متن بنائیں تو دوسرے حصے کو اس کی شرح ، اور یہ تبھی ممکن ہے جب آپ کی جملہ تصنیف ہماری نگاہوں کے سامنے ہو ، آپ کی کتابوں کے مباحث اور مباحث میں پیش کئے گئے دلائل اور تمثیلات و تشبیہات کا ہم نے کم سے کم ایک بار ضرور مطالعہ کیا ہو ۔۔۔

(۵) حضرت نانوتوی کی تصانیف میں ربط ماقبل کا سمجھنا کلید کی حیثیت رکھتا ہے ، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ربط ماقبل کو سمجھے بغیر کلام نانوتوی اور مراد نانوتوی کا سمجھنا محال ہے تو شائد غلط نہ ہوگا ، یہی وجہ ہے کہ جب جب بھی آپ کی کتابوں پر عنوان و حاشیہ وغیرہ کا کام کرنے والوں نے ربط ماقبل سے غفلت برتی تو وہ مراد سے بہت دور ہوگئے

بقیہ آئندہ .... انشاءاللہ

الوفا باسماء النساء ، ایک بے نظیر علمی کارنامہ

بقلم :- حضرت مولانا ضیاء الحق خیرآبادی (حاجی بابو)

ملت اسلامیہ ہند اپنے جن ادبی و علمی سپوتوں پر ناز کرتی ہے ان میں ایک نمایاں نام مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کا بھی ہے۔ وہ عہد حاضر کے جیداور ممتاز علماء میں سے ہیں، اردو اورعربی کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی انہیں مکمل دسترس اور عبور حاصل ہے،اور تینوں زبانوں میں ان کی کتابیں اورمضامین ومقالات ایک دنیا کو ان کے فیضان علمی سے سیراب کررہی ہیں۔انکے علوم وفنون کی شعاعیں صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ عالم عرب اور یورپ وافریقہ تک کو روشن اور منور کئے ہوئے ہیں اور ان کے رشحاتِ علمیہ کی تراوش سے ایک عالم سیراب ہورہا ہے۔ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک لائق وفائق فرزند ہیں، فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک اپنی مادر علمی میں رہنے کے بعد حضرت علی میاں ندوی رحمۃاللہ علیہ نے ان کو آکسفورڈ اسلامی سنٹر میں اسلامی ریسرچ اسکالر بنا کربھیجا ،اب وہ مستقل طور پر برطانیہ کے آکسفورڈ میں مقیم ہوگئے ہیں۔اور ان کے علم وفضل کی مشعل برطانیہ کی ملحدانہ تاریکیوں میں علم وفن کے علاوہ مذہب وروحانیت کی راہ روشن کررہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یورپ میں ترجمان ندوہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنی مادر علمی ہی نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کی سچی ترجمانی پوری دیانت داری،خوداعتمادی،اور بے باکی سے ہر سطح پر کررہے ہیں ،یورپی تہذیب وتمدن کے مرکز میں رہتے ہوئے بھی اسلامی مشرقی تہذیب وثقافت پر قائم ہیں ۔

قدرت نے قلم میں بے پناہ طاقت اور فکر میں قابل رشک حد تک وسعت و گہرائی عطا کی ہے، اس وقت دنیا کی مشہور عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں ان کی بیسوں تصنیفات منظر عام پر آچکی ہیں۔لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے انہیں علم وتحقیق کے اوجِ ثریا پر پہونچا دیا ہے وہ خواتین اسلام کی دینی وعلمی اورقرآن وحدیث وفقہ کی خدمات کے حوالے سے چودہ صدیوں پر محیط ان کی علمی سرگزشت ہے جو۴۳جلدوں پر پھیلی ہوئی ہے، حدیث وتاریخ اور خواتین اسلام کی سوانح وخدمات کے حوالے سے یہ کارنامہ اپنی وقعت وحیثیت کے ساتھ ساتھ اس قدر وسیع اور تفصیلی تھا کہ عالم عرب کے سرمایہ دار مطابع بھی اسے طبع کرنے کی ہمت نہیں کر پارہے تھے، جس کی وجہ سے یہ مایہ ناز تصنیف پندرہ برس تک کسی علم کے دیوانے کی راہ دیکھتی رہی، بالآخر جدہ کے ایک باہمت ناشر نے اس کی ہمت کی اور دار المنہاج جدہ کو اس کی اشاعت کا شرف حاصل ہوا اور۴۳جلدوں میں ۲۰۲۰ء میں یہ کتاب منظر عام پر آگئی۔

مولانا ڈاکٹر محمداکرم صاحب علم وتحقیق کےآدمی ہیں، آکسفورڈ میں علم وتحقیق ہی ان کا ہدف تھا۔ آج پندرہ بیس سال قبل لندن کے مشہور اخبار ٹیلی گراف میں معمول کے مطابق ایک آرٹیکل تعلیم نسواں کے متعلق چھپا ،جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ اسلام نے عورتوں کو گھروں میں قید کرکے انہیں علم سے محروم کرڈالا ہے، اور یہ چلینج کیا گیا ہے کہ پڑھی لکھی اورزیور علم سے آراستہ پانچ خواتین کے نام بھی کوئی پیش نہیں کرسکتا۔اس خبر نے مولانا ندوی کے ذہن کو جھنجھوڑ ڈالااور ان کی غیرت علمی جوش میں آئی ،اورانھوں نے اپنی عنان تحقیق وجستجو کواسی راہ پر ڈال دیا ، اور عہد نبوت سے لے کر دور حاضر تک خواتین اسلام نے حدیث کی جس نوع کی بھی خدمات انجام دی ہیں ،

وہ تشریحات سے متعلق ہوں یا تحقیقات سے،انھوں نے اس کی روایت کی ہویا اسے جمع کیا ہو، اس کی تدریس کی ہویا اشاعت کی ہو، یا اسے ترتیب دیا ہو، اس کے لئے سفر کی زحمتیں برداشت کی ہوں یا دشت تحقیق میں آبلہ پائی کی ہو، ان تمام کے حالات زندگی،ان کے کارنامے، ان کی نوعیت اور ان کی اہمیت کا نہایت شرح وبسط سے تذکرہ کیا ہے۔

اس طرح سالہاسال کی تلاش وتحقیق کے بعد تقریبا دس ہزار محدثات کے تذکرے اکٹھا ہوگئے ۔ ع عدو شرے برانگیزد کہ خیر مادراں باشد

ٹیلی گراف کے پیدا کئے ہوئے شر کے نتیجہ میں مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب کی کاوشوں سے اتنا بڑا خیر وجود میں آگیا ، جس کی نظیر نہ ماضی میں ملتی ہے نہ حال میں۔ اس کارنامے کی وجہ سے مولانا ندوی کی شخصیت متقدمین محققین کے کارواں میں نمایاں مقام پر نظر آتی ہے، علمی حلقوں میں ان کی اس زریں خدمات پر اس زور سے صدائے آفریں بلند ہوئی کہ فضائیں گونج اٹھیں، درحقیقت علم وتحقیق کی یہ شاندار اور بے مثال انسائیکلوپیڈیا اسلامی کتب خانے میں بیش بہا اضافہ ہے، جو رسمی تہنیت سے بے نیاز ہے،لیکن دل کا تقاضااور اپنی سعادت ہے کہ میں اس پر ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کروں، میں کیا اور میری تبریک کیا ، یہ عظیم مصنف ومحقق تو پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے ہدیہ تبریک اور تہنیت کا مستحق ہے۔ باری تعالی ڈاکٹر صاحب کو اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائیں۔۔۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

انمول موتی

بقلم :- پاسبانی احباب

(1) ہر بات کا اثر لیا جاتا ہے ، اگر اللہ نے لکھنے بولنے کا ہنر دیا ہے تو اسے فلاح ، خدمت، دلجوئی اور تعمیری کاموں کے لئے استعمال کریں.........!
صرف نکتہ چینی، طنز بازی، تنقید نگاری، فتنہ پروری اور سَستی شہرت کے حصول کے لئے استعمال نہ کریں.........

حضرت مولانا فضل محمود فلاحی صاحب

(2) لطیفہ میں اگر سلیقہ نہ ہو تو کثیفہ بن جاتا ہے مزاح میں اگر لطافت نہ ہو تو باعث کدروت ہوجاتا ہے اصلاح میں رفق و نرمی نہ ہو تو عناد اور ہٹ دھرمی پیدا ہوتی ہے دو ایک مرتبہ ناگوار خاطر بات بھی انگیز کرلی جاتی ہے مگر کسی چیز کے درپے ہوجانے اور خواہ مخواہ طول دینے سے مخاطب میں بغاوت پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی صاحب

(3) تنقید کرنا اگر ضروری ہو تو اقوال پر کرنی چاہیئے نہ کہ ذاتی احوال پر ۔
تنقید میں نفس کی تلویث مفید ہونے کے بجائے مضر ہوتی ہے، غیبت کا گناہ عظیم سرزد کرادیتی ہے ۔

ہمارے درمیان بہت سے باصلاحیت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں ہیں یا سمجھتے ہیں مگر نسوانی کمزوری کے سبب مجبور ہوتے ہیں ،انھیں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے کہ ذاتی کمزوری سے کوئی بشر خالی نہیں ہے، ردعمل میں اگر مخاطب یا اسکا ہمنوا ذاتی حملے شروع کردے تو نتیجہ کیا ہوگا؟؟؟ سوچنے اور سمجھنے والی بات ہے ۔

حضرت مولانا منصور احمد جون پوری

(4) علم سے عقیدہ بنتا ہے

جیسا علم ہوتا ہے اسی کے مطابق انسان کا عقیدہ ہوتا ہے

اور پھر اسی کے مطابق عمل ہوتا ہے

اس لئے عمل کے صحیح ہونے کیلیئے عقیدہ کا صحیح ہونا ضروری ہے اور عقیدہ کے صحیح ہونے کیلیئے علم صحیح کا ہونا ضروری ہے

دل میں کسی چیز کے پختہ ہوجانے کا نام عقیدہ ہے۔

مولانا شیخ محمد خالد اعظمی ، قاسمی

(5) ہمارے مشائخ کی مقبولیت میں انکی زندگی مانع ہوتی ہے۔

جیسے ہی وہ اللہ کو پیارے ہوتے ہیں۔ مضامین کی بھر مار شروع ہو جاتی ہے۔

یہ بھی اچھی بات ہے پر زندگی میں قدر کرلی جائے تو کیا ہی خوب ہوتا۔

اب یہ قوم مردہ پرست بن چکی ہے ۔ بندہ زندگی میں اپنے لئے دو بول عزت افزائی و ہمت افزائی کے سننے کو ترس جاتا ہے۔

مولانا زین العابدین کرناٹک

منقبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ

بقلم :- حافظ محمد عامر اعظمی ، العین

ہائے کیسی زندگی تھی زندگی عثمان کی
یاد کرتا ہے جہاں دریا دلی عثمان کی

سب سے اعلی کام تو ... قرآن کی تدوین ہے
خدمتوں میں خوب ہی خدمت رہی عثمان کی

اک اکاؤنٹ آج بھی زندہ ہےانکےنام کا
ختم ہو پائی نہیں دولت ... بھی عثمان کی

انکی قسمت میں شہادت تھی شہادت پاگئے
واہ کیا اسلام سے تھی ...... عاشقی عثمان کی

دشمنوں سے بھی نہیں بدلہ لیا عثمان نے
نرم خوئی سے ہے واقف ہر کوئی عثمان کی

درج ہے تاریخ میں بارہ برس کا دور بھی
کتنی خوش اسلوب تھی وہ رہبری عثمان کی

پہلی ہجرت کا انھیں اعزاز بھی حاصل ہوا
خوش نصیبی تھی جو حبشہ لے گئی عثمان کی

ماں رقیہ ساتھ تھیں عثمان بن عفان کے
اللہ اللہ تھی بہت خوش قسمتی عثمان کی

آج قسمت پر مجھے اپنی بھی **عامر** ناز ہے
منقبت اک آج میں نے بھی لکھی عثمان کی

مولانا صہیب صاحب ممبرا جوار رحمت میں

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

مولانا صہیب احمد صاحب دامت برکاتہم لپری جونپور مقیم ممبرا، اب نوراللہ مرقدہ ہوگئے

موصوف کا تعلق جونپور کے تاریخی قدیم گاؤں لپری کے ایک علمی و ادبی خانوادے سے تھا

شاہی مرادآباد سے فراغت کے بعد تلاش معاش میں مہاراشٹر آئے اور ممبرا کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا

ابتدا دارالفلاح کی مسجد کی امامت سے ہوئی

بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ دارالفلاح کی عظیم الشان مسجد پہلے بالکل خالی رہتی تھی مولانا مصلیوں کا انتظار کرتے کہ جماعت بن جائے لیکن مولانا کی کوششوں سے دیکھتے ہی دیکھتے مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑنے لگی

مولانا مستقل ممبرا کے ہوگئے

دعوت و تبلیغ سے جڑ کر جہاں اس میدان میں عظیم خدمات انجام دیں وہیں تعلیم و تعلم کی لائن سے بھی گرانقدر کارنامہ انجام دیا

مولانا کی شخصیت ممبرا کی وہ عظیم شخصیت تھی جن کا وجود اہل ممبرا کیلئے کسی نعمت خداوندی سے کم نہیں تھا ....

وہ سرزمینِ ممبرا میں حق کی پہچان تھے ..
اللہ نے انھیں زبان و بیان کا ملکہ عطا کیا تھا بیان میں اسقدر سحر انگیزی و چاشنی تھی کہ چاہے جتنا لمبا بیان ہو سامعین کو اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی
جمعہ میں ان کا بیان سننے کے لئے لوگ دور دراز سے آتے تھے اور اپنی زندگی میں انقلاب لاتے تھے
انھوں نے ممبرا میں علم و عمل کی جو شمع روشن کی ہے ممبرا و قرب و جوار کی آنے والی نسلیں اس سے روشنی حاصلِ کرتی رہیں گی اور اپنی منزل کا پتہ معلوم کرتی رہیں گی
دارالفلاح کی مسجد میں اسکول پڑھنے والے بچوں کا دینیات و ناظرہ پر مشتمل ایسا جامع نصاب مرتب کیا اور ناظرہ خوانی کا ایسا ٹھوس انتظام کیا ہے کہ وہاں کے پڑھے ہوئے اسکولی بچے تجوید کیساتھ بہترین قرآن پڑھتے ہیں اور اچھی خاصی فقہی و دینی معلومات رکھتے ہیں
صبح دوپہر شام تین وقت میں پڑھنے والے اسکولی طلبہ و طالبات کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار ہے..
اس کے علاوہ عربی پنجم و حفظ کے الگ شعبے ہیں
جسکی چھ منزلہ عظیم الشان عمارت ہےجومسجدِدالفلاح سے متصل جنوب میں واقع ہے
مزید برآں النادی الفلاح کےنام سےایک وسیع رقبہ میں دینی ماحول میں انگلش میڈیم اسکول قائم کرکے انھوں نے قوم مسلم پر جو احسان عظیم کیا وہ اپنی مثال آپ ہے
ان کی یہ خصوصیت تھی کہ انھوں نے مدرسہ کے کسی بھی شعبہ سے متعلق کوئی

سفیر نہیں رکھا تھا جو ادھر ادھر جاکر عوامی چندہ کرے اہل ممبرا ان کی ایک آواز پر لاکر خود پیسہ پہنچاتے تھے یہ انکی مقبولیت و محبوبیت کی واضح مثال ہے انھوں نے غیرت و خودداری کیساتھ ممبرا میں جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے آج کے اس دور میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے.....

مولانا پچھلے کئی سالوں سے مفلوج تھے فالج کا اٹیک ہوا تھا

بڑی مشکل سے ایک دو وقت مسجد آتے تھے

آج وہ عظیم دینی تعلیمی دعوتی و تربیتی شخصیت جس کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی.

امید کہ اہل ممبرا ان کے احسانات کو فراموش نہیں کریں

حضرت مولانا کے بعد ان کے لگائے ہوئے تمام علمی گلشن کی آبیاری میں حسب سابق حصہ لیتے رہیں گے..

اور ان کے پس ماندگان و اعزہ و اقارب کیساتھ بہترین معاملہ فرمائیں گے

اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے

اور ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطاء فرمائے.

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شیخ محمد خالد اعظمی

3/4/2021

بروز سنیچر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام سے معافی مانگنا

بقلم :- مفتی محمد بلال اعظمی صاحب

ہم اور آپ تو کس شمار و قطار میں ہیں، ہم سب کے سردار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں کھڑے ہو کر معافی مانگ رہے ہیں کہ کسی کا مجھ پر کوئی حق رہ گیا ہو تو وہ یا تو مجھ سے وصول کرلے، اور اگر جسمانی حق ہو تو مجھ سے بدلہ لے لے، یا معاف کردے -- چنانچہ ایک ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایک دن میری کمر پر مارا تھا، وہ میرا حق آپ کے ذمے ہے -- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نے تمہاری کمر پر مارا تھا تو تمہیں حق ہے کہ تم میری کمر پر آکر مارلو -- اور وہ صحابی قریب آئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جس وقت آپ نے میری کمر پر مارا تھا اس وقت میری کمر پر کپڑا نہیں تھا جب کی آپ کی کمر مبارک پر کپڑا ہے -- چنانچہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر مبارک سے کپڑا اٹھا لیا، ان صحابی کا اصل مقصد یہ تھا کہ میں مہر نبوت کو بوسہ دوں -- چنانچہ وہ صحابی آگے بڑھے اور مہر نبوت کو بوسہ دیا --

لیکن آپ اس بات کے لیے تیار تھے کہ کوئی چھوٹا بھی مجھ سے آکر بدلہ لینا چاہے تو بدلہ لے لے -- جب اللہ تعالی کا خوف دل میں ہو، آخرت کی فکر ہو، اور اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کا احساس ہو، تو پھر دنیاوی طور پر لوگوں کے سامنے ذلیل ہونے کے سارے تصورات ہیچ ہو جاتے ہیں -- ہمارے نفس و شیطان نے ہمارے دلوں میں ان تصورات کے بت بنا رکھے ہیں کہ معافی مانگنے سے ہماری ذلت ہو جائے گی، ہماری ناک کٹ جائے گی، ہماری بے عزتی ہوجائے گی -- ارے ایسی ہزار بے عزتیاں ہوجائیں اس کے لیے ہم تیار ہیں بس اللہ تعالی اپنی ناراضگی سے بچالے اور اپنے غضب سے بچا لے -- اسلام اور ہماری زندگی: 134/8

مفکر اسلام مولانا سید محمد ولی رحمانی (رحمتہ اللہ علیہ) سے ملاقات کی روداد

بقلم :- محترم جناب انجینئر ابو حارث صاحب ، ابو ظہبی

بندہ ایک عرصے سے تمنا کرتا رہا ہے کہ اپنے بڑوں سے ملاقات اور استفادے سے اپنے دل کی اندھیر نگری میں کچھ روشنی کی شمع روشن کروں. اللہ نے ناچیز کو کئ کبار علماء سے ملنے کی توفیق عطا فرمائ. لیکن افسوس ہوتا ہے ایک واقعہ سے کہ دسمبر١٩٩٦ ء میں احقر جب ٤ماہ کے لئے اللہ کے راستے میں نکلا ہوا تھا تو ایک مرتبہ بنگلہ والی مسجد،حضرت نظام الدین میں مولانا ابراہیم دیولا صاحب سے ایک خواہش کا اظہار کیا کہ ابتک میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب سے ملاقات نہیں کر پایا ہوں. حضرت نے فوراً کہا کہ آپ لکھنؤ چلے جائیں اور حضرت سے مل لیں. میں مولانا کے حجرے سے باہر نکلا اور دریافت کیا کہ بھئ لکھنؤ یہاں سے کتنی دوری پر ہے لوگوں نے بتایا کہ ٹرین سے تقریباً ٨ گھنٹے کا سفر ہے. وقت اور جیب پر نگاہ گئ تو سفر کی ہمت نہ کر پایا پھر جنوری ١٩٩٧ء میں مسقط آگیا.مئ کے مہینے میں اطلاع ملی کہ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کا انتقال ہو گیا. بہت صدمہ ہوا کہ کاش حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب کی بات مان لیتا تو اس نعمت سے محروم نہیں رہتا. مقدرات بھی پورے ہو کرہی رہتے ہیں.

خیر، چلتے ہیں اب اصل موضوع کی طرف. مولانا محفوظ الرحمان فاروقی صاحب خلیفہ حضرت امیر شریعت نے اطلاع دی کہ امیرِ شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی

رحمانی صاحب مع اپنے بیٹے فہد رحمانی(سی ای او. رحمانی ۳۰) اور اپنے ایک خادم کے ساتھ دبی میں مقیم ہیں۔ اسی بیچ حضرت سے میرا غائبانہ تعارف بھی کروا دیا.اس طرح میں حضرت سے ملنے دبی چلا گیا اور ۲ گھنٹے مختلف موضوعات پر حضرت سے تبادلہ خیال ہوا. اس دوران حضرت کو میں نے أبو ظھبی غریب خانے پر آنے کی دعوت دی.اور پھر دوسرے دن صبح حضرت کا فون آیا کہ آج ہمارے پاس وقت ہے اگر آپ بھی فارغ ہوں تو میں آجاتا ہوں. اس طرح کل یعنی ۳۰ اپریل۲۰۱۹ء کو حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدّظلہ العالی میرے غریب خانے مدینہ محمد بن زاید. أبو ظھبی تشریف لائے.بیٹھک کے اندر اور باہر مختلف اقسام کے پھول پھلواری کے متعلق اپنی معلومات کو ہماری ساعت کے حوالے کرتے رہے. دوپہر کا کھانا نوش فرمایا قیلولہ کئے شام کو چائے پر ہمارے عصری علوم کے جوانوں سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا. حضرت جب عصری علوم کی ضروریات، اہداف پر روشنی ڈال رہے تھے تو قطعی نہیں لگ رہا تھا کہ حضرت ایک خالص دینی مدرسےاور خانقاہ کے تربیت یافتہ ہیں. ان دو ملاقوں میں جو کہ کئ گھنٹے جاری رہیں ایک بات یہ دیکھی کہ پورے وقت حضرت کا دماغ پوری قوت فکر کے ساتھ حاضر رہتا ہے. اور باتیں نپی تولی انداز میں سیدھی سیدھی بغیر کسی کے منصب و جاہ سے متاثر ہوئے فرماتے ہیں.

ہمارے ساتھیوں نے مختلف سوالات کئے اور حضرت نے انکا مدلل جواب دیا. کشن گنج میں ان حضرات نے۲۸۵ ایکڑ کی ایک زمین لے رکھی ہے جس میں ۷ویں سے بارھویں تک کے ۳۰ ہزار بچوں، بچیوں کو ایک ہدف کے تحت تعلیم دینے کا پروگرام ہے ان شاء اللہ . رحمانی ۳۰ کے کام پر بہت باتیں سامنے آئیں. جناب فہد رحمانی تو

اسکے لئے مع اپنی اہلیہ کے گویا کہ وقف ہیں. رات دن اسی کی فکر اور محنت میں لگے ہوئے ہیں. انہوں نے اپنی اہلیہ کو بنگلور میں ان بچیوں کے پاس چھوڑ رکھا ہے جو کہ رحمانی ۳۰ کے تحت وہاں تیاری کر رہی ہیں. ہمارے ابو ظہبی کے ایک ساتھی کی بچی بھی وہاں ہے۔ کہتے ہیں کہ این آر آئی کو کچھ مراعات دی گئی ہیں، کھانے رہنے کے سلسلے میں پر تعلیم عبادت وغیرہ پر بھت کڑی نگاہ ہے. حضرت کی بہو ہمیشہ بچیوں کے بیچ بیٹھتی ہیں اور دیکھ بھال کرتی رہتی ہیں. حضرت کی منشاء اس سلسلے میں بچے بچیوں کو لیڈر بنانے کی ہے۔ یہ حضرات اس طرف پوری یکسوئی سے اپنے سفر پر گامزن ہیں.اگر کمی ہے تو مجھ جیسے نا اہل کی کہ قوم کے لئے اس کاوش اور کوشش کرنے والوں کا ساتھ نہ دے پا رہے ہیں.ضرورت اس بات کی ہے کہ قوم کے اہل دل اٹھیں اور اخلاص کہ ساتھ ان حضرات کا ساتھ دیں. وہ اثاثہ جو ہمارے پاس ہے اگر اس سمت کام کرنے والوں پر لگ جائیں تو قوم کی کلیاں پھول میں تبدیل ہو کر راہوں، علاقوں کو معطر کرتی رہنگیں، جب قوم ترقی کریگی تو اسی میں ہماری بھی ترقی پوشیدہ ہے.حضرت نے ہملوگوں کو دعوت وتبلیغ کی محنت سے جوڑنے کی ترغیب دی۔ فرمایا کہ ایک تو عمل کا کرنا اور دوسرا عمل کے زندہ کرنے کی محنت کرانا اور ان دونوں میں اہم کام جو ہے وہ عمل زندہ کرنے کی محنت کرانا ہے اگر یہ کام کرنے لگے تو اس سے خود ہمارے اندر عمل بھی آسانی سے زندہ ہو جائیگا ان شاء اللہ ۔ لہذا ملک کے قوانین کا احترام کرتے ہوئے حکمت کے ساتھ اس جماعت کے کام کو کرتے رہیں، ساتھیوں کو جوڑتے رہیں. ہملوگوں کی یہ مجلس عشاء سے کچھ قبل تک جاری رہی. پھر ایک عرب ساتھی کے پاس ملاقات کے لئے چلے گئے جس نے

حضرت کا پرتپاک استقبال کیا. مختلف موضوعات پر باتیں ہوئیں. اس بیچ اہل خانہ کی ضیافت سے ہم سب لطف اندوز ہوتے رہے.یہ عرب ساتھی تو حضرت سے بہت گھل مل گئے. کچھ ڈیڑھ گھنٹے کی بیٹھک کے بعد ہملوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور حضرت مع اپنے قافلے کے دبی.البتہ جاتے وقت مختصر قیام، کھانے پینے کا شکریہ ادا کیا، گھر والوں کو سلام دعا کہا، اور فرمایا کہ کھانا انکے ذوق کے مطابق تھا.

دوسرے دن مجھے فون کئے اور گزشتہ روز کی ملاقات پر خوشی کا اظہار کیا. اللہ ان حضرات کو صحت تندرستی، مزید ہمت و شجاعت عطا فرمائے، اور ملک و قوم کے تئیں محنتوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے. آمین.

دیکھ ماضی کی طرف اے حاکمِ نادان تو

بقلم :- مولانا مفتی محمد رضوان اعظمی

یاد ہوگا وہ زمانہ جب اعلانات آتے تھے کہ وزیر اعظم ہند آج رات 8/ بجے قوم سے خطاب فرمائیں گے, اور کچھ سخت ہدایات بھی جاری کر سکتے ہیں, کبھی آتا کہ صبح 10/ بجے عوام سے مخاطب ہوں گے, افواہیں, اندیشے, خطرات پورے منظر نامے پر چھائے ہوئے تھے, لوگ اپنے گھروں کی چھوکٹ تک محدود , کاروبار, ملازمت, صنعت و حرفت, کاشتکاری سب پابندِ لاک ڈاؤن تھے , ہر روز کرونا کیس کی تعداد اہتمام سے چینل سنایا کرتے تھے, کیسز میں اضافے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی توہمات بھی روز افزوں تھے, آس پاس میں کوئی کرونا پوزیٹو نکل آیا تو پورے محلے میں دہشت, کھانسنا, چھینکنا مشکل, جب کہ یہ ہندوستانی عوام کا آبائی ورثہ رہا ہے, مسجدیں بند, مدارس پر تالے, خانقاہیں غیر آباد, دینی چندے اور دنیاوی دھندے سب زیر و زبر, مہاجروں کی زبوں حالی, روتے بلکتے بچے, سائیکل سوار مزدوروں کے جھرمٹ کسی زندگی بخش پناہ کی تلاش میں سرگرداں, نئی نئی تعبیرات, نئے نئے محاورے, لاک ڈاؤن, سیل, نگیٹو, پوزیٹو, ماسک, سوشل ڈسٹنسنگ, سینیٹائیجر, دو گز دوری, ہے بہت ضروری , ماسک نہیں, انٹری نہیں, پہلے جان, پھر جہان, جب تک دوائی نہیں , تب ڈھلائی نہیں,

غرض داستانِ ہزار غم تھی

چمن کو لگ گئی کس کی نظر خدا جانے
چمن رہا نہ رہے وہ چمن کے افسانے

بالآخر ان عبرتناک مرحلوں سے گزرتا ہوا انسان کچھ کچھ سنبھلنے لگا, خوف کے بادل کچھ چھٹنے لگے, تجارت, ملازمت بھی قدرے بحال ہونے لگی, خصوصاً ہندوستان کی تجارتی راجدھانی ممبئ میں ,جہاں کرونا معاملات کچھ زیادہ ہی سامنے آ رہے تھے, زندگی پٹری پر آنے لگی, گھروں پر بے روزگار, معاشی تنگی سے بے حال مزدور شہر لوٹنے لگے, قرضوں کے بوجھ سر سے اتارنے کے لئے محنت و مزدوری میں جی جان سے مشغول ہو گئے, مگر یہ سلسلہ چند مہینے ہی چلا, یہاں تک مارچ آ پہنچا, وہی مارچ جہاں سے قید و بند کی داستان شروع ہوئی تھی,

وہی پھر مجھے یاد آنے لگے ہیں
جنہیں بھولنے میں زمانے لگے ہیں

خبر آئی کہ کرونا کی نئی لہر شروع ہوگئی ہے, کرونا کیسز بڑھنے لگے, بالخصوص مہاراشٹر پھر سے کرونا کے حوالے سے سبقت لے جانے لگا, پھر وہی قدیم احتیاط و تدابیر پر زور دیا جانے لگا, وہیں کچھ علاقوں میں لاک ڈاؤن کی اطلاع بھی ملنے لگی, لوگ سوالات کرنے لگے, کہ کیا دوبارہ ہمہ گیر لاک ڈاؤن لگ سکتا ہے ؟ ابتدا میں حکومتیں بشمول مہاراشٹر گورنمنٹ لاک ڈاؤن کے نفاذ کا صاف انکار کرتی رہیں, کیوں کہ اس کے بھیانک نتائج انکے سامنے تھے, اور ماہرین نے اس کے بے اثر ہونے بات بھی کہی تھی.کیوں سابقہ لاک ڈاؤن دوران کیسز مسلسل بڑھتے ہی رہے, کوئی کمی دیکھنے میں نہیں آئی بلکہ ان لاک کے مراحل میں تعداد روز بروز نیچے آتی رہی۔

اسی دوران بم دھماکے کی طرح کرونا کیسز آسمان چھونے لگے, پچھلے ریکارڈ بھی ٹوٹنے لگے, یہاں تک 4/ اپریل کو حکومتِ مہاراشٹر نے ہفتہ واری دو روزہ, سنیچر, اتوار کے لاک ڈاؤن اور بقیہ پانچ دنوں میں نائٹ کرفیو اور دن میں دفعہ 144/ کے نفاذ کا فیصلہ کیا, پھر بھی لوگ مطمئن تھے کہ پانچ دن روزی روٹی کے لئے کافی ہو سکتے ہیں, مگر آفت اس وقت آئی, جب راتوں رات 6/ اپریل سے 30/ اپریل تک مکمل لاک ڈاؤن کا آرڈر آگیا, سخت ہدایات جاری کر دی گئیں, مذہبی مقامات بھی بند رکھنے کو کہا گیا, پھر کیا تھا, مساجد بندی کے اعلانات ہونے لگے, لوگ مایوسی کے شکار ہو گئے, دین و دنیا دونوں حوالے سے فکرمند ہو گئے, لیکن حکومتی جبر و اکراہ کے سامنے کر بھی کیا سکتے ہیں , ہر چند کہ کچھ احتجاجی آوازیں بلند ہوئیں, حکومتی عملے سے ملاقات کی بات ہوئی کہ رمضان میں رعایت دی جائے, اللہ ان آوازوں میں جان پیدا کرے اور ملاقاتوں کو بار آور بنائے...... لیکن سوچنا سرکار کو چاہیے کہ ماضی کی روشنی میں اس کا یہ فیصلہ کتنا درست اور کتنا غلط ہے, ؟

کیوں دکھاتا ہے ہمیں منظر وہی ویران تو
دیکھ ماضی کی طرف اے حاکمِ نادان تو

گر اسی میں ہو خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بقلم :- مولانا صادق قاسمی خیرابادی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا سلسلہ کچھ بڑھتا ہی چلاجارہا ہے اس لئے امت کے سربراہان کو کوئی ٹھوس لائحہ عمل بالفور تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عاشقین رسالت اس کے تناظر میں ردعمل ظاہر کرسکیں ورنہ تو جب بھی کوئی بدباطن شان رسالت میں گستاخی کا مرتکب ہوگا تو ہر ایک اپنے انداز میں ردعمل کا اظہار کرے گا ہی۔ اورجب حالات سنگینی کی طرف جاتے ہوے نظر آئیں گے تو اپنے لوگ اپنوں ہی کو ذمہ دار قرار دیناشروع کردیں گے جیسا کہ بہت سے موقعہ پر مشاہدہ کیاجاچکاہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تو ہم مسلمانوں کے لئے سب سے اول و اعلی ہے آپ کی شان میں کسی بھی قسم کی خباثت وغلاظت ہر کس وناکس کو جذباتی بنا دیتی ہے ظاہر سی بات ہے ایسے وقت کسی بھی مسلمان کی طرف سے ردعمل کے طورپر کچھ بھی ہوسکتا ہے اور ہوجانے کے بعد ہماری ایمانی غیرت اس کو سروں پر بٹھائے گی ہی لہذا اس وقت مصلحت کی چادر سے نکل کر جرءت وہمت دکھانے کی ضرورت ہے نہ کہ بلاوجہ نصیحت کرنے کی۔جن لوگوں نے نرسنگھا نند کے خلاف کیس وغیرہ درج کرایا ہے وہ قابل مبارک باد ہیں ہمیں ایسے لوگوں کی دل کھول کر صرف حصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کی ضرورت ہے اور خدانخواستہ اگر ایسے غیرت مند اور دفاع

رسالت کے لئے جد و جہد کرنے والوں پر حکومت یافرقہ پرستوں کی طرف سے کسی قسم کی کوئی انہونی ہوتی ہے تو پورے جذبہ صادق کے ساتھ دینی فریضہ سمجھ کر دام درمے سخنے ہر ممکنہ تعاون پیش کرنے سے دریغ قطعا نہیں کرنا چاہئے ۔
اللہرب العزت ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو حرزجاں بنانے کی توفیق عطا فرمائے اورآپ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو نیست و نابود فرمائے

کسی بھی کتاب پر تبصرہ کرنے ....

بقلم :- مولانا مفتی عبیداللہ شمیم قاسمی

کسی بھی کتاب پر تبصرہ کرنے کے لیے کتاب کے موضوع سے مکمل آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔تبصرے سے پہلے کتاب، مصنف اور کتاب کے موضوع سے واقفیت حاصل کرنا ، بلکہ مکمل کتاب کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر مکمل کتاب کا حرف حرف مطالعہ کرنا مشکل ہو تو کم ازکم کتاب کی فہرست، تمہید، پیش لفظ، تقریظ اور تعارف ومقدمہ کا مطالعہ کرنا از بس ضروری ہے۔ اس کے ساتھ فہرست میں اہم اور چیدہ چیدہ مقامات کو منتخب کرکے ان مقامات کا بغور مطالعہ کرنا اور ان سے متعلق اپنی رائے کو تبصرے میں شامل کرنا بھی ضروری ہے۔
کتاب پر تبصرہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
1۔تعارف: 2۔مرکزی حصہ: 3۔اختتام:

اے ولی مونگیرتری جرأت وعظمت کوسلام

بقلم :- مولانا محمد آصف اعظمی قاسمی

مفکر اسلام حضرت مولانا ولی رحمانی علیہ الرحمۃ ایسی بے شمار خصوصیات کے حامل تھے
جن میں سے ایک خصوصیت بھی کسی فرد کو اوج ثریا پر لے جانے کیلیے کافی ہوا کرتی ہے
احقر نے حضرت امیر شریعت کی جو خصوصیات سب سے زیادہ نمایاں انکی حیات مبارکہ
میں محسوس کی وہ چند درج ذیل ہیں (۱)حق گوئی اور بے باکی (۲)اصابت رائے
(۳)علوم دینیہ وعصریہ میں گہرائی وگیرائی (۳) اختلاف رائے کرتے وقت فریق
مخالف کی عظمت کا کھلے دل سے اعتراف گرچہ زیر بحث موضوع کے ہر جزیہ پر ناقدانہ
علمی تبصرے میں حبہ برابر تساہلی ناقابل برداشت ہوتی

دارالعلوم دیوبند میں ایک بار رابطہ مدارس کے عنوان سے ایک اجلاس منعقد ہوا یہ
اجلاس

رابطہ کے عام اجلاس کے مقابلہ میں کچھ زیادہ اہمیت کا حامل اور ہمہ گیر تھا اس موقع پر
مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ایک دانشور صاحب تھے جنکے مختلف فیہ افکار
کئے بار سننے کا موقع ملا انھوں نے اپنی بڑی دردمندانہ تقریر میں بہت پرزور انداز میں یہ
مسئلہ اٹھا یا کہ افسوس ہے کہ ہمارے مدارس کے بچے اتنی لیاقت و صلاحیت کے باوجود
انگریزی میں پتہ تک نہیں لکھ پاتے ائیرپورٹ پر فارم پر نہیں کر پاتے وغیرہ وغیرہ
انکے دردمندی میں تنقید کا پہلو غالب تھا انکے خطاب کے بعد حسن اتفاق مفکر اسلام

حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب علیہ الرحمہ کو اظہار خیال کیلیےدعوت دی گئ توآپ نے مدارس کے طلبہ کےدلوں سےعلیگڈھی صاحب کی تقریرسےپیداہونےوالی احساس کمتری کی صفائی کرتےہوےفرمایاکہ مجھےافسوس ہوتاہےکہ جس ادارےکےنام کاجزاول مسلم ہو اس کے تعلیم یافتہ مسلم بچے اسلام کےفرائض سےناواقف ہوتےہیں اورملت کےبہی خواہوں کودردنہیں ہوتا اور اس سلسلے میں کبھی فکرمندی کا اظہار بھی نہیں ہوتا جبکہ اسی ادارے میں رہ کر شب وروز گزارتے ہیں لیکن کبھی ان مسلم بچوں کے دین کی فکر نہیں ہوتی یہ درست ہے کہ مدارس کے بچوں کے اندر انگریزی تعلیم ہونی چاہیے لیکن جیسا کہ علی گڑھ کے لوگ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ ہر آدمی کا موضوع الگ ہوتا ہے جیسے ایک ڈاکٹر ہوتا ہے آنکھ کا ایک ڈاکٹرہوتاہے، ناک کا ایک ڈاکٹرہوتاہے، پیٹ کا ایک ڈاکٹر ہوتا ہے، باوجودیکہ سبھی ڈاکٹر ہیں لیکن ہرایک اپنےفن سے متعلق ہی علاج کرےگامثلا پیٹ کاڈاکٹرآنکھ کاعلاج نہیں کرتا ناک والوں کی دوا نہیں دیتا ہے ہڈی کا ڈاکٹر پیٹ کی دوا نہیں دیتا ہے تو وہاں کوئی اعتراض نہیں ہو رہا ہے اور یہاں اگر ایک مولوی کے پاس انجینئرنگ کی ڈگری نہیں ہوتی اورایک مولوی انگریزی نہیں لکھ سکتاتو اتناواویلاکیوں؟ یہ تھاحضرت امیرشریعت کےخیالات کاخلاصہ

اظہارِ تشکر بر تذکرہ نصیرؒ

بقلم :- مولانا پھول حسن بیگوسرائے

اللہ کے بعض نیک بندے ایسے ہوتے ہیں جو ایک جماعت کا کام اکیلے کر جاتے ہیں بعد کی نسلوں کو حیرانی ہوتی ہے کہ ایک شخص تنہا کس طرح اتنے کام کر گیا ۔
بیسویں صدی کے ایک بزرگ اور زبردست عالم دین فقیہ ومفتی مفکر الملت مفتی نصیر احمدؒ گزرے ہیں جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے آپؒ کی زندگی ہم جیسوں کے لئے عبرت ہے ، آپ کی زندگی قابل رشک وفخر تھی۔
آپؒ مولانا سلیم اللہ خاںؒ کے مایہ ناز شاگرد، مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خانؒ جلال آبادی کے فیض یافتہ اور مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے خلیفۂ راشد تھے ۔
تکمیل حفظ کے بعد عصری تعلیم میں لگ گئے پھر جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد تحصیل علم کے لئے تشریف لائے اور یہیں سے فراغت حاصل کی ۔
چھ سال تدریسی میدان میں کام کے بعد دار العلوم دیوبند میں قرات حفص عربی میں داخلہ لیا ساتھ ساتھ مفتی مہدی حسنؒ شاہجہان پوری سے افتا کی حاصل کی اور تمرین ومشق بھی فرمائی ۔
آپ کافی ذہین وفطین، سلیم الفطرت، نیک طبیعت تعلیمی ذوق وشوق کے پیکر تھے۔
یہی وجہ رہی کہ اساتذۂ عظام نے رسمی طریقہ کار سے الگ مخصوص اور قدیم نظام کے تحت عالمیت کا کورس مکمل کروایا ۔

علماء انبیاء کے سچے وارث ہوتے ہیں اس کو آپؒ نے بخوبی سمجھا اور اس احساس نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا، مدارس ومکاتب قائم کرنے کے سلسلے میں روز وشب سر گرداں ومتفکر رہتے، مظفر نگر سے دہلی تک مدارس کا جال بچھادیا اس امر میں بہت کچھ سہنا اور سننا پڑا، مشکلات و دشواریاں سامنے آئیں لیکن نہ آپکو رکنا تھا نہ رکے، بڑھتے رہے، علم کی شمع جلاتے چلے گئے۔

جہالت جہاں منہ چڑاتی تھی شرک وبدعت نے جہاں اپنا پنجہ گاڑ لیا تھا آپکی کوششوں نے جہالت کو منہ چھپانے پر مجبور اور بدعت وخرافات کو بے دم کردیا۔ وقت کے ذی علم واہل اللہ نے آپکی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور آپ کی وفات کے بعد اپنے گرانقدر تاثرات سے آپکو خراج عقیدت پیش کیا۔

1999عیسوی میں اللہ نے اس تھکے مسافر کو ابدی راحت کے لئے اپنے پاس بلا لیا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حلقۂ پاسبان کے ذی قدر ممبر مولانا مفتی کلیم نعمانی قاسمی دامت برکاتہم العالیہ جو مفکر الملت مفتی نصیر احمدؒ کے نواسے ہیں

جو اپنے نانائے محترمؒ کے سوانحی حالات ، تدریسی وتصنیفی کارناموں کو سامنے لاکر قابل ستائش کام کیا اور ایک اہم امور کو انجام دیا ہے اس کامیابی پر وقت کے اکابر علماء سے داد وتحسین وصول چکے ہیں میں بھی انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مرتبِ محترم نے مذکورہ سوانح کو دس ابواب میں تقسیم کیا ہے آخر کے دوباب مفکر الملتؒ کے شاگردوں کے اظہار تاثرات اور علماء وقت کے نگارشات پر مشتمل ہیں بقیہ

آٹھ ابواب میں پیدائش، تعلیم، تدریس، قومی وملی خدمات، امتیازی خصوصیات، اوصاف وکمالات، اصلاحی تعلق، بیعت واجازت، تصنیف وتالیف اور وفات وغیرہ کی تفصیلات درج ہیں ۔

یہ کتاب (تذکرہ نصیر) علماء کے لئے انتہائی مفید ہے لازمًا پڑھا جائے تاکہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے نافع بنائے، اور مفتی کلیم نعمانی صاحب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے ۔

پھول حسن بیگوسرائے

8/اپریل 2021

--------------●●●●●●✦✿✦●●●●●●--------------

"ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان"اپنے رفیق اعلی سے جاملا

بقلم :- مولانا محمد اشرف علی محمد پور اعظم گڑھ بانی ومنیجر kps

لیجیے آج مولنا ولی رحمانی کے وفات کی خبر بھی آگئی،زخمی دل پر ایک زخم ِ تازہ اور سج گیا،شام ِ غم اور طویل ہوگئی، بیماری کی خبر دو روز قبل نگاہ سے گذری تھی، دل میں کچھ وسوسے بھی آئے تھے، تاہم مولنا سے غائبانہ عشق نے بیماری کو وفات میں تبدیل ہونے کے امکان کو مسترد کردیا تھا؛ بالآخر قضا الہی نے اپنا سکہ ایک بار پھر سے منوالیا،اپنی دہشت پھر سے قائم کردی_
پیدائش کی طرح موت بھی قدرت کا یکطرفہ اور اٹل فیصلہ ہوتا ہے،جو بہر حال نافذ ہوکر رہتا ہے،جبریل امین کا رسول امین (صلی اللہ علیہ وسلم) سے *"یا محمد ! عش ما شئت فإنك ميت ، وأحبب من شئت فإنك مفارقه،*(اے محمد! دنیا میں آپ خواہ کتنا بھی جی لیں ایک دن موت آنی ہے، جس سے بھی محبت کرلیں، ایک دن اس سے جداہونا ہے) فرمانا،سب کے لیے تازیانہ عبرت ہے_
مجھے مولانا سے ابتداء میں، تقریبا بیس سال پہلے، جب ان سے متعارف ہواتھا محبت ہوئی جودن بدن بڑھتی گئی اور پچھلے چند سالوں میں اس قدر بڑھ گئی کہ محض محبت کا لفظ تنگ محسوس ہونے لگا ، شاید لفظ ِ عشق اس کی قریب ترین تعبیر ہوسکتا ہے عشق و محبت بلکہ ربط و تعلق میں بھی، میں کچھ الگ ہی نوع کا انسان واقع ہوا ہے،بہتوں سے الگ؛بلکہ بہت کچھ الگ،............ جب سے کچھ ملی شعور ہوا ہے،

جب سے مسلمانوں کے زوال کا ادراک ہوا ہے، جب سے اخلاقی اقدار کے فقدان کے باعث کراہتی انسانیت کی آوازیں ساز دل کو چھیڑنے اور تڑپانے لگی ہیں، جب سے مسلمانوں کے زوال کے انسانی دنیا پر ہونے والے منفی اثرات کا احساس ہوا ہے، جب سے ستاروں کو نشانِ راہ دکھانے والوں کی نسلوں کو کسی مردِ راہ داں کے لیے ترستے دیکھا ہے، مجھے ہر اس فرد سے دلی تعلق ہے جو دلِ حساس رکھتا ہو اور ہر اس شخص سے محبت ہے جس کا احساس اسے بے چین کیے پھرتا ہو اور ہر اس شخصیت سے عشق ہے،جس کی بے چینی اسے انسانیت کے لیے مرہم سازی اور چارہ گری کے لیے مجبور کردیتی ہو، مولانا اس تیسری قسم میں تھے، اس لیے لیے وہ میرے نزدیک فرد اور شخص نہیں؛ بلکہ شخصیت تھے اور مجھے ان سے محض تعلق نہیں؛ بلکہ عشق تھا _

اگر کسی کو عشق کی اس نئ توجیہ پر ہنسی آئے تو کوئ تعجب نہیں کہ عشاق پر ہنسنا پرانی ریت ہے:

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

مولانا ولی رحمانی(رح) کی ہمہ جہتی خدمات غیر معمولی ہی نہیں عظیم تھیں،جن پر تفصیل سے اہل نظر وبصیرت کی جانب سے لکھا جائے گا، تاہم اس محسنِ ملتِ اسلامیہ ہند کی کچھ خدمات کو اپنے تاثرات و محسوسات کے پیرائے میں لکھنا اپنے لیے سعادت اور اپنے ذمہ ضروری سمجھتا ہوں _

1_جامعہ وخانقاہ رحمانیہ و امارت شرعیہ کی امارت وقیادت

عموماً اور بالخصوص ہندوستان میں کسی بھی ملی ادارے کا ہرا بھرا گلشن مرور ِایام کی بادِ خزاں سے مرجھانے لگتا ہے اور قیادت کی تبدیلی کے پر پیچ مراحل اسے ٹکڑوں میں تبدیل کردیتے ہیں یا پھر قیادت کی نااہلی ان کی افادیت کو کم یا ختم کردیتی ہے؛ ناچیز کے مطالعے ومعلومات کے مطابق بہت کم ادارے اپنی خوش قسمتی سے ان آزمائشوں سے بچ رہ سکے ہیں،اسی طرح بھتیری نامور شخصیات بھی اپنے اخلاف کے حوالے سے قحط سالی اور بے برکتی کا شکار ہوتی ہیں،ایسے نامور کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں جن کی اولادوں کا تعارف ان کی جانب نسبت کےبغیر مکمل سمجھا جاتا ہے؛ مگر جامعہ رحمانیہ،و خانقاہ رحمانیہ، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ ، ایسے ہی خوش قسمت ادارے تھے (دعا ہے کہ آگے بھی رہیں) اور مولنا منت اللہ رحمانی اور ان سے پہلے ان کے والد مولانا محمد علی مونگیری ان ہی با توفیق وبابرکت شخصیات میں تھے جن کی اولاد کا نام و کام خود انکے تعارف کے لیے کافی تھا؛ اگر چہ والد کی جانب نسبت والحاق ان کے تعارف و تفاخر میں مزید چار چاند لگا دیتا تھا_

مولانا ولی صاحب نے جامعہ رحمانیہ کو بہت کامیابی سے چلایا، اس کے معیار کو نہ صرف باقی رکھا؛بل کہ بلند بھی کیا، اہل بہار و اڑیسہ کے نزدیک کسی بھی عالم و مفتی وقاضی کے معتبر اور با استعداد ہونے کے لیے جامعہ رحمانیہ کا فارغ و فاضل ہونا کافی ہوتا ہے ان سب کے باوجود مولانا کی سلامت ِ طبعی، سعادت مندی اور دور اندیشی کی بات ہے کہ انہوں نے کبھی بھی ملک کے مرکزی اداروں کے بالمقابل اپنے نظام کو پیش نہیں کیا اور دارالعلوم دیوبند کی مرکزیت میں کبھی کوئی آنچ نہیں آنے دی _

خانقاہی نظام کو کامیابی کے ساتھ تاحیات چلایا، ان کے لاکھوں مریدین تھے، جن میں بلا شبہ مخلصین و محسنین، وکاملین بھی ہوں گے، ایک یہی خدمت کسی شخص رفعت شان کے لیے کافی ہے؛ مگر مولانا رحمانی کا دائرہ خدمت اتنا ہی نہیں تھا،وہ امارت شرعیہ بہار، جھار کھنڈ و اڑیسہ

کے ذمہ دار بھی بنے، امارت شرعیہ کے ذریعے ہزاروں قاضی ان صوبوں میں بہترین اور باوقار خدمت انجام دے رہے ہیں_

مسلم پرسنل لا بورڈ

آپ ہندی مسلمانوں کے سب سے بڑے اجتماعی پلیٹ فارم

مسلم پرسنل لا بورڈ کے مرحلہ وار سکریٹری، کار گزار جنرل سیکرٹری اور جنرل سکریٹری رہے، بورڈ کے چند متحرک ترین افراد میں سر فہرست تھے،آپ کے دور میں ملت اسلامیہ پر بڑے جاں گسل حالات آئے، آپ کے بیانات تسلی بخش و حوصلہ افزا ء، اور بسا اوقات حیرت انگیز طور پر جرات مندانہ ہوتے_

میں نے دوسرے بہت سے قائدین کی طرح انہیں بیانیہ کے بعد صفائی دیتے یا تاویل کرتے کبھی نہیں دیکھا؛ کیونکہ آپ کے بیانات بہت متوازن ہوتے _

رحمانی 30

میرے نزدیک آپ کے کارناموں کی طویل فہرست میں میں آپ کی شخصیت کو سب سے زیادہ نمایاں کرنے والا کارنامہ رحمانی 30 کا قیام ہے، عجیب بات کہ آپ کی تینوں نسلوں نے کم ازکم ایک غیر مسبوق،غیر معمولی ملی کارنامے میں اہم کردار ادا کیا، دادا مولانا محمد علی مونگیری رح نے ندوہ کے قیام میں، والدِ محترم مولانا

منت اللہ رحمانی رح نے مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام میں اور مولانا ولی رحمانی رح نے رحمانی 30 کے قیام میں، مولانا کی جادوئی شخصیت تھی جس نے ابھیانند(آئی. پی.ایس) جیسے عظیم ماہر تعلیم کو اپنا اسیر بنالیا جو در حقیقت رحمانی کی نیک نامی کی بنیاد بنے _

رحمانی 30 کے تعارف کا یہ موقع نہیں ہے، دلچسپی رکھنے والوں کے لیے گوگل اور یوٹیوب پر کافی کچھ موجود ہے، ہمارے لیے سعادت کی بات ہے کہ ہم نے خطہ پرواںچل میں سب سے پہلے اس نظام کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے خود کو اور اپنے ادارے (k p s) کو رحمانی 30 سے جوڑا، جس کے نتیجے میں kps پرواںچل کے اضلاع کے لیے اگزامینیشن سینٹر قرار پایااور بہت سے طلبہ کے لیے رحمانی 30 سے استفادہ ممکن ہوا_

مولانا کی اچانک رحلت کا مجھے بے انتہا غم ہے، افسوس بھی ہے کہ میں مولنا سے مل کر بہت کچھ سیکھنے اور آیندہ کا لائحہ عمل بنانے کا ارمان دل میں لیے رہ گیا _ اہل بہار سے تعزیت کرتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی یہاں کی نم و زرخیز مٹی اولیاء رحمانیین ہمیں فراہم کرتی رہے گی _

اللہ تعالٰی بال بال مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے _

3/4/2021

سلاد میں سرف

بقلم :- مولانا محمد واصل اعظمی

اب تو سب سے پہلے یہی سوال ہوگا کہ یہ سلاد کیا ہے اور سرف کیا ہے ؟؟
اس کا تو ایک بہترین جواب یہ بنتا ہے کہ
یہ نازک باتیں ہیں ۔۔۔بتائی نہیں جاتیں نظر لگ جاتی ہے۔۔
دوسرا جواب۔۔۔ میں نہیں بتاؤں گا
تیسرا جواب ۔۔۔ مجھے اپنی چیز کا مزاق نہیں اڑوانا۔۔
چوتھا جواب۔۔۔۔ یہ وہ نکتے ہیں جو کسی کتاب میں نہیں ملتے ۔۔ میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لاتا ہوں اور سناتا ہوں تم کو۔۔
اتنے جواب تو کافی ہونے چاہئے
مگر میں ایک جواب اور دے دیتا ہوں
سلاد کہتے ہیں ۔۔کئی چیزوں کے معجون مرکب کو
یعنی کھیرا ٹماٹر پیاز شلجم نمبو مکس مطلب ملا کر سلاد کا نام دیا جاتا ہے
سرف تو معلوم ہی ہوگا کہ جس سے کپڑے کی صفائی ہوتی ہے
کاش کہ دلوں کی بھی صفائی ہوتی ۔۔۔
اب یہ سلاد میں سرف کا کیا مسئلہ ہے ؟؟
اس کے بھی کئی جواب ہیں
مگر ہم اصل جواب کی طرف چلتے ہیں
بات آج سے تقریباً آٹھ یا نو سال پہلے کی ہے۔۔ عربی دوم یا سوم کا سال تھا۔۔
بی جے پی نئی نئی حکومت میں آئی تھی

اور آتے ہی گوشت بندی کا دردناک قانون لاگو کر دیا گیا
کہیں کہیں سے لوگ جگاڑ کر لیا کرتے تھے
مگر اکثر مدارس میں گوشت کے لالے پڑ گئے
ہمارا ایک ہفتہ ایسا گزرا کہ گوشت کی بو بھی نصیب نہیں ہوئی دیکھنا تو دور کی بات
خیر جیسے تیسے کر کے وقت کٹا
اللہ کے فضل و کرم وہ دن آن پہونچا جس کا انتظار ہر طالب علم کو ہوتا ہے
جی ہاں جمعرات کا دن تھا
ارادہ ہوا کہ آج زبان پر لگے ہوئے زنگ کو چھڑایا جائے
ملتجی پیٹ کی بھی سنی جائے
بس پھر کیا تھا
پیسے اکٹھے کئے گئے
اور ایک ساتھی کو گوشت لینے کے لئے بھیجا گیا
مادر ہندوس اس وقت دست حصول سے باہر تھی
اس لئے مرغے پر ہی اکتفاء کرنا تھا
آٹھ ساتھیوں پر مشتمل جماعت کے لئے ارادہ تھا کہ ڈیڑھ کلو یا دو کلو ـــــــ مگر ملا صرف
پونا کلو یعنی تین پاؤ
کس کے حصے میں کتنی بوٹی آئی
یہ تو الگ بات ہے
روٹی اور چاول تو مدرسے مل گیا تھا
بس سالن پہلی بار سب نے مل کر جیسے تیسے کر کے بنادیا
طے ہوا کہ سلاد بھی بنا لی جائے
بس کیا تھا سلاد بھی تیار کر لی گئی
ایک بات تو بتانا بھول گیا کہ سلاد میں نمک بھی ڈالا جانا ہے

ایک اہم بات ۔۔۔نمک اور سرف میں ذائقہ چھوڑ کر بناوٹ اور کلر میں کچھ خاص فرق نہیں ہوتا

ہاں تو جب سلاد میں نمک ملانے کی باری آئی تو ہمارے ایک ساتھی نے بے دھیانی میں نمک کے بجائے سرف کا ڈبہ اٹھایا

اور خوب اچھے سے سرف ملا دیا

دستر خوان بچھایا گیا

اب جب پہلے لقمے کے ساتھ سلاد بھی کھائی گئی تو

سب کے الگ الگ رد عمل تھے

۔۔۔ایک ساتھی۔۔ یار سلاد میں نمک بالکل بھی نہیں ہے

پھر سرف ملایا گیا

دوسرا ساتھی۔۔۔ یار پیاز سڑی ہوئی لگ رہی ہے

تیسرا ساتھی۔۔۔ نہیں یار چقندر سڑا ہوا لگ رہا ہے

میں ۔۔۔۔۔ ابے یار پیاز اور چقندر چھوڑو مجھے تو کھیرا بھی سڑا ہوا لگ رہا

جبھی ایک ساتھی نے ڈبا اٹھایا اور مزیدار خبر سنائی کہ ابے تیری

یہ تو سسرا سرف کا ڈبہ ہے

بس پھر کیا تھا

قہقہوں کا ایک ماحول بنا جو بہت دیری تک چلا

اب مزیدار بات یہ ہوئی کہ پانی پی کر کلی کرنے پر منہ سے جھاگ نکلے

پھر یہ ارادہ ہوا کہ سلاد پھینک دی جائے

مگر اس کو دو تین بالٹی میں اچھے سے دھل کر استعمال کیا گیا

تو یہ تھی سلاد میں سرف کی کہانی

استفادے کا طریقہ

بقلم :- مولانا عبدالحکیم حلیمی امبیڈکر نگری

دور حاضر میں لوگ اس قدر مشغول ہوچکے ہیں کہ دین سے ان کا تعلق کمزور ہوتا جارہا ہے، جہالت اور کم علمی عروج پر ہے،لوگ دین کا علم حاصل بھی نہیں کرنا چاہتے ہیں اگر کوئی حاصل بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے اتنے مسائل کھڑے کردیئے جاتے ہیں کہ وہ بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوجاتا ہے

سوال یہ ہے کہ انسان علم حاصل کیسے کرے کیونکہ جب بھی کسی سے علم حاصل کرنے کی بات ہوتی ہے تو لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کے غلطیاں اور برائیاں بیان کرنے کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے جورکنے کا نام نہیں لیتا مشہور مقولہ ہے " المعاصرۃ سبب المنافرۃ؛؛ کہ معاصرت منافرت کا سبب ہے یعنی جب آدمی ترقی پاتا ہے تو اس کے معاصر اس کی برائیوں اور غلطیوں کو شمار کراکے نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیےکہ ان کی معمولی معمولی غلطیوں کو درگزر اور صرف نظر کرکے جو اچھائیاں ہیں ان کو لیا جاتا اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا کیونکہ اگر کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو تمام غلطیوں اور برائیوں سے پاک ہو تو پھر ایسا آدمی ملنا مشکل ہے اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کی معمولی غلطیوں اور معمولی برائیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے ان شاءاللہ فائدہ ہوگا اللہ لوگوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا بنائے آمین

ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

بقلم :- مولانا محمد امجد صدیقی صاحب

کیا لکھے اور کیا لکھا جائے، الفاظ منتشر ہیں اور عنوان مضمحل،بعض مرتبہ بہت فکری ہمہ گیریت کے باجود، قلم اپنی تہی دامنی کا شکوہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے،آج بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے !

ملت پھر ایک بار یتیم ہوگئی،قوم کی آہنی دیوار گر گئی، ایک مضبوط آواز خاموش ہوگئی، حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب کی رحلت سے صرف میں،آپ، ہم یا تم ہی اداس نہیں ہو بلکہ ایک عالم اداس ہوگیا، ایک دنیا پہ ماتم چھا گیا، علمی ،تحقیقی، سیاسی اور سماجی فضا میں یکلخت تاریکی چھا گئی، آنکھوں میں آنسو ہیں، دل افسردہ ہے، تار دل ٹوٹ گیا، ، نا جانے کتنوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، قلب و ذہن مفلوج ہوگئے ،اور سوچ کا دائرہ محدود ہوگیا

ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے کہ ملت کا وہ غمخوار چلا گیا جس کی طرف ہر ایک کی نگاہیں ہوتی تھیں، جن کے عزم و حوصلوں کو کوہ ہمالہ کہا جاسکتا ہے،جن کی جرءت ، ملت کی جرءت تھی ،جن کا عزم تحریکوں کا عزم تھا ،جن کے بانکپن میں شاہ وگدائی کی خصوصیات تھیں، تھکی ہاری ملت جس سائبان میں جاکر دھوپ کی تپش سے بچ کر آرام کرتی تھی ،وہ سائبان رضائے الہی سے ختم ہوگیا، طوفانی سمندر کے بیچ قوم و ملت کے لئے جو ساحل تھا وہ بھی مٹ گیا، جو شخصیت ہمیشہ اس سہمی ہوئی امت کو اپنی چادر شفقت میں سہارا دے کر حوصلہ دیتی تھی ،اسے اللہ نے اپنے پاس بلا لیا،

اب حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب، اللہ کے حضور پیش ہوگئے ہیں !
اب وہ ہمارے دلوں میں رہیں گے، ان کے کارنامے ہمیں حوصلہ دیں گے، ان کی ملی ،قومی ،تعلیمی، سماجی اور سیاسی خدمات ہمارے لئے نشان راہ ہوں گی، ان کے تدریسی کارنامے اہل مدرسہ کے لئے مشعل راہ ہوں گے، ان کی تحریکی اور ملی افکار ہمیں سوچنے کے زاویے دیں گی، ان کا خانقاہی نظام، تزکیہ نفس کے گر بتائے گا ، ان کا سیاسی بانکپن ہمیں سنگین صورت حال سے سامنا کرنے کا سلیقہ بتائے گا، ان کی یادیں ہمارے قلوب میں رچی بسی رہیں گی،
لوگ کہ رہے ہیں کہ حضرت قوم کی خدمت کرتے کرتے تھک گئے اور ہمیشہ کے لئے نیند کی آغوش میں چلے گئے ! میں کہتا ہوں ،حضرت تمام تر تعب تھکن کو اپنے نشان منزل سمجھتے تھے ،وہ تھکنے والے نہیں تھے ! اگر تھک بھی جاتے تھے تو ملی ہمدردی انہیں حوصلہ دیتی تھی، قوم کی غمگساری انہیں بے چین کر دیتی تھی،قومی ،وملی مسائل انہیں سونے نہیں دیتے تھے، کہیں اہل اقتدار کو آنکھیں دکھا کر اپنے حقوق یاد دلاتے تھے ، ظالم کے خلاف سر عام بولتے ہوئے نظر آتے تھے ، مخالفین وحاسدین کی پرواہ کئے بغیر اپنے ہدف کے تعاقب میں رہتے تھے، روز نئی سوچ ،نیا زاویہ اور نیا قومی منصوبہ لے کر نکلتے تھے، ہر شعبے میں حضرت نے ایسی چھاپ چھوڑی کہ تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی،
حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے انتقال سے صرف ایک شعبے میں خلا پیدا نہیں ہوئی ہے ،بلکہ ایک طرف تو اہل مدرسہ واہل خانقاہ اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے، تو وہیں دوسری طرف عصری ادارے والے بھی خود کو تنہا محسوس کر رہے ہیں ،
حضرت کے کارناموں کی فہرست طویل تر ہے، ایک ایک کرکے شمار کرنے سے ضخیم کتاب کی شکل بن جائے گی !
بس دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت کی کامل فرمائے، امت کو جلد نعم البدل فرمائے آمین

خطہ اعظم گڈھ کا دو روزہ سفر

بقلم :- مولانا منصور احمد جون پوری

خطہ اعظم گڈھ کے نام سے ایک سوشل میڈیا گروپ ہے، اس گروپ کا نام مختلف حوالے سے سنتا آرہا تھا، اس گروپ کے ایڈمن مولانا اختر سلطان اصلاحی ہیں ،جو اتفاق سے سرزمین اعظم گڈھ کے ایک بین الاقوامی معیار کے گروپ **پاسبان علم و ادب** کے بھی ممبر ہیں

پاسبان علم و ادب کے تعارف میں مختلف اصحاب قلم نے مضامین لکھے ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پاسبان کا کما حقہ تعارف حاصل ہوجائے گا

مجھے پاسبان کی صرف ایک خصوصیت بیان کرنی ہے اور وہ ہے اسکا "کثیر المسالک" ہونا اور گروپ میں ہر کسی کو اپنی بات رکھنے کی آزادی ملنا

مولانا اختر سلطان اصلاحی پاسبان علم و ادب میں علمی، ادبی مضامین کیساتھ اپنے گروپس کی لنک بھی بھیجتے رہتے ہیں جس پر پاسبان کے ذمہ داروں کی جانب سے تنبیہ بھی کی گئ مگر موصوف سنتے نہیں اور نہ سننے کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ موصوف میسیج کرکے چمپت ہوجاتےہیں جیسے چھوٹے بچے دوسروں کے گھر میں پتھر پھینک نو دو گیارہ ہوجاتےہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ بندہ نے **خطہ اعظم گڈھ** (واٹسپ گروپ) کے سفر کا ارادہ کرہی لیا مگر یہ سفر ہر اعتبار سے انتہائ مایوس کن ثابت ہوا، اس خطہ میں بولنے کی آزادی

نہیں ہے صرف سننے کی مجبوری ہے اسلئے سفر مختصر کرکے دو روز میں ہی اس خطہ سے باہر نکل آیا۔

خطہ اعظم گڈھ میں بتائے گئے دو دن

راقم کا دو روزہ مشاہدہ یہ کہتا ہے یہ گروپ متعصب اور تنگ نظر لوگوں کا گروپ ہےان میں صرف اپنی ہانکنے کا جنون ہے یہ لوگ دوسروں کی سننے کی تاب نہیں رکھتے، کاش یہ لوگ وسعت قلبی کے مالک ہوتے **جماعت کو مقدم نہ کرکے اسلام کو مقدم رکھتےتو یہ آج چھپا چھپی کا کھیل کھلنے کی نوبت نہ آتی ہم بھی اس جماعت میں شامل ہوجاتے۔**

اے کاش کہ جماعت پر اسلام مقدم ہوتا

راقم منصور احمد جونپوری

•------------••••••✦✿✦••••••------------•

تکمیلِ حفظِ قرآنِ کریم و دستار بندی حفاظِ کرام
مدرسہ اسلامیہ رحیمیہ بھیرہ ضلع مئو

بقلم :- مولانا عبدالماجد بھیروی

آج بتاریخ 7 اپریل سنہ 2021 بروز بدھ بوقت صبح 9 بجے مسجد ذی النورین ملحق مدرسہ اسلامیہ رحیمیہ بھیرہ میں طُلبہ کرام کے حفظ کی تکمیل کے موقع پر ایک جلسہ دستار بندی کا انعقاد کیا گیا جس میں 20 بچوں نے قرآن کریم کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا اس موقع پر حفظ کرنے والے حفاظِ کرام کی علما کے ہاتھوں دستار بندی عمل میں آئی اور جناب ارشد بھائی کوپاگنج کی طرف سے حفاظِ کرام کو انعامات سے بھی نوازا گیا ، پروگرام کی نظامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب قاسمی بھیروی استاذ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد نے کی جبکہ صدارت خادمِ قوم و ملت حضرت مولانا حافظ عبدالحئی صاحب مفتاحی ناظم اعلیٰ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد نے فرمائی ، مقررِخصوصی کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے سابق مبلغ حضرت مولانا لیاقت علی صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق شیخ الحدیث مدرسہ مصباح العلوم کوپاگنج مئو و مہتمم مدرسہ ھدایت الاسلام ماہ پور کرہاں ضلع مئو تشریف لائے ، اور مدرسہ ہذا کا تعارفی کلمات حضرت مولانا جاوید اختر صاحب قاسمی بھیروی شیخ الحدیث مدرسہ مصباح العلوم کوپاگنج ضلع مئو نے بہترین انداز میں پیش کیا۔ بعد ازاں مولانا حافظ عبدالحئی صاحب مفتاحی نے اپنے صدارتی کلمات میں حفاظِ کرام اور ان کے والدین و اساتذہ کرام کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں کا بہت بڑا مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بڑے بڑے

انعامات رکھے ہیں مزید فرمایا کہ ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن سے اپنے رشتے کو مضبوط کرے بعدہٗ عزیزم حافظ محمد حسان سلمہ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ،

اس کے بعد مقرر خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے حضرت مولانا لیاقت علی صاحب قاسمی دامت برکاتہم نے اپنے پُر مغز خطاب میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے حالات کو جو انہوں نے مالٹا کی جیل میں کاٹے تھے بیان کیا فرمایا کہ جب حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی جیل سے رہا ہوکر دیوبند آئے تو ایک جلسے سے خطاب کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کے زوال اور تنزلی کے دو اسباب ہیں ایک یہ کہ قرآن کریم سے اپنے رشتے کو توڑنا دوسرے یہ کہ آپسی اختلافات آپسی لڑائی جھگڑا

نیز مولانا نے فرمایا کہ جب تک مسلمان اپنا تعلق قرآن سے مضبوط نہیں کرے گا کامیابی اور ترقی نہیں ملے گی ہماری کامیابی و کامرانی قرآن و حدیث پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے ، حضرت والا ہی کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا اور اخیر میں مولانا ابرار احمد صاحب قاسمی نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا ،

اس موقع پر مدرسہ ہٰذا کے ناظم اعلیٰ مولانا انصارالحق صاحب قاسمی ، بزرگ شخصیت مولانا ڈاکٹر عزیزالرحمٰن صاحب قاسمی استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن اونچی مسجد بھیرہ ، مولانا ظفر اُحمد صاحب قاسمی مکی سابق استاذ عربی ادب مدرسہ بیت العلوم سرائےمیر اعظم گڈھ و استاذ مدرسہ اسلامیہ رحمیہ بھیرہ نسواں (شعبہ عربی) ، مولانا محمد ابراہیم صاحب قاسمی سابق استاذ جامعہ اسلامیہ یوگنڈا افریقہ ، مولانا مفتی منظور احمد صاحب قاسمی استاذ و صدر مفتی جامعہ سہریاں نظام آباد اعظم گڈھ ، مولانا محمد نعمان صاحب قاسمی ناظم تعلیمات مدرسہ ہٰذا و استاذ مدرسہ رحمانیہ ولیدپور ضلع مئو ، مولانا معاذ احمد صاحب قاسمی استاذ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد اور مدرسہ ہٰذا کے تمام اساتذہ کرام و ذمہ داران وغیرہ بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ کی وفات پر تازہ ترین دل دہلا دینے والا مرثیہ

بقلم :- مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی ، استاد جامعہ امام محمد انور شاہ کشمیری،دیوبند

رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

ہو گئے رخصت اچانک .... بزمِ ہستی سے **ولی**
جن کے قدموں سے ملا .... جرات کو عنوانِ جلی
جن کی تکبیرِ مسلسل سے .... تھا عالم منجلی
زمزموں سے جن کے تھی باطل کی صف میں کھلبلی

دل غموں سے چور ہیں، آنکھیں ہیں ساری اشک بار
رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے ...... پھر چھینا ہے ملت کا قرار

زخم وہ ہم کو لگا ہے .... جو نہ ہوگا مندمل
وہ قیامت ہے کہ ہر ...... مومن پڑا ہے مضمحل
پتّے پانی ہو چکے ہیں ، درد سے بوجھل ہیں دل
کتنا بے معنٰی ہے یا رب ... یہ جہانِ آب و گل

رو رہا ہے آج ہر............... انسان ہی بے اختیار
رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

دردِ فرقت سے ہے ایسی بے قراری ہائے ہائے
ہر زباں پر ورد کی صورت ہے جاری ہائے ہائے
کر رہے ہیں جام و مینا آہ و زاری ہائے ہائے
کون ہم دم اور کس کی غم گساری ہائے ہائے

کیا مزا جب لٹ چکی ہو اپنے گلشن کی بہار
رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

آب دیدہ ہے زمیں، تو آسماں ماتم میں ہے
ملتِ ہندی کا ہر پیر و جواں ماتم میں ہے
غنچہ و گل غم زدہ ہیں، گلستاں ماتم میں ہے
دل شکستہ قُمریاں ہیں، آشیاں ماتم میں ہے

رو رہے ہیں عندلیبانِ چمن بھی زار زار

رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

اپنے پرکھوں کی شجاعت کا نظارا چل بسا
آسمانِ ہند کا .... روشن ستارہ چل بسا
غیرتِ دیں کا نمایاں ...... استعارہ چل بسا
بے نواؤں کا یہ اک محکم سہارا چل بسا

مشکلوں میں قوم اب کس کا...... کرے گی انتظار
رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

ہو گئی شرعی امارت بھی مسلماں کی یتیم
بورڈ کو دکھلائے گا اب کون راہِ مستقیم
تھم گئی بارانِ رحمت، رک گئی موجِ نسیم
جامعہ رحمانیہ ہے شدتِ غم سے دو نیم

یاد کرتے پھر رہے ہیں سب وہی لیل و نہار

رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

آزرانِ وقت کو آنکھوں سے ...... لرزائے گا کون
بن کے موسیٰ قصرِ فرعونی میں اب جائے گا کون
گنبدِ باطل پہ پرچم حق کا .... لہرائے گا کون
طاقتِ نمرود کو آئینہ .... دکھلائے گا کون

یاد آئیں گے ہمیں **سید ولی** ہی بار بار
رحم فرما قومِ مسلم پر .... مرے پروردگار
موت کے ہاتھوں نے پھر چھینا ہے ملت کا قرار

وقت سے پہلے سفید ہونے والے بالوں کا علاج

بقلم :- پاسبانی احباب

سوال :- میرا بال بہت تیزی کے ساتھ سفید ہورہا ہے ، آپ احباب میں کسی کوکوئی علاج معلوم ہو جس سے بال کالا ہوجائے تو بتائیں مہربانی ہوگی

از :- ذیشان احمد خان ، لونیہ ڈیہ

جواب :- (1) نہار منہ گڑ کھانا شروع کر دیجیے

از :- مولانا شاہد اعظمی اصلاحی

(2) صبح کم سے کم آدھا گھنٹہ چہل قدمی کریں

اور دوچمچ شہد پانی میں گھول کر پی لیں ، ان شاءاللہ افاقہ ہوگا

از :- مولانا محمد ندیم بوسعد الاعظمی

(3) اطریفل اسطوخودوس ایک چمچہ

قرص کشتہ فولا ایک ٹکیہ

بوقت خواب ہمراہ آب تازہ

سر میں کوئی صابن اور شمپو نہ لگائیں

سوکھا آملہ رات میں پانی میں بھگو دیں

غسل کے وقت اسی کے پانی سے سر دھلیں

سر میں گری؛ سرسوں؛ بادام؛ تل کے تیل کے علاوہ کوئی بھی تیل نہ لگائیں

از :- حکیم اکرم خان قاسمی

آہ ! مولانا محبوب حزین رحمتہ اللہ علیہ یاد آگئے

بقلم :- مولانا عبد البر اعظمی قاسمی صاحب

جو ذرہ یہاں سے اٹھیگا وہ چم چم چم چمکیگا

پڑھتے پڑھتے ترانہ بیت العلوم کے اس مصرع پر جب پہنچے تو پہلے مسکرائے پھر ہنسے کچھ قہقہ کے ساتھ بھی ہنسے پھرایسا لگاکہ ہنسی بند ہی نہیں ہو گی ...

بہر حال جب ہنسی مکمل ہوئ تو میں نے پوچھا حضرت مصرع میں کوئ کمی ہو تو آگاہ فرمائیں

فرمایا کمی تو نہیں ہے ہاں مصرع باوجود کہ خوبصورت لگا مگر چم چم کے تکرار نے عجیب سی کیفیت پیدا کردیا شاید مستند شاعروں کے اشعار میں اسطرح کا تکرار استعمال میں نہیں ہے

پاس بیٹھے مولانا سعید ندوی قاسمی نے اسکے استعمال پربطور استشہادکے اقبال سہیل اعظمی وغیرہ کا حوالہ دیا تو فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر نودرات میں سے ہے ......

موصوف شاعروقت ادیب عصر سراپا تبسم مجسم اخلاص پیکر عزیمت حضرت مولانا محبوب حزین رح تھے مجھ سے خدا واسطے محبت رکھتے تھے جب بھی وہ مدرسہ بیت العلوم تشریف لاتے مجھے ضرور یاد فرماتے اور مجھ سے ملاقات کرتے باتیں کرتے باتوں کے دوران انکی مسکراہٹ کبھی کبھی ہلکے قہقہے دلوں کو موہ لیتے ......آہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں مگر رہ رہ کر ....

تم ہمیں بھول گئے ہو شاید : ہم تمہیں یاد کیا کرتے ہیں

درایت حدیث..

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ متن اور مضمون کی بنیاد پر کیا کسی حدیث کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا اس کے کچھ اصول و قواعد ہیں؟ آپ نے فرمایا" یہ ایک عظیم سوال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ متن کی بنیاد پر کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینے کا حق دار صرف وہی عالم حدیث ہے جس کے گوشت پوست میں حدیث کا ادراک رچ بس گیا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور ان کی تعلیمات پر اس کی گہری نظر ہو اور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند و ناپسند اور ان رجحانات و میلانات کا ایسا شعور ہو کہ وہ کسی حدیث کو محض سن کر یہ فیصلہ کردے کہ یہ بات اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہو سکتی ہے یا نہیں....
محض اپنی ناقص رائے سے فیصلہ صادر فرمانا کہ یہ ضعیف ہے یا صحیح نہیں ہے درایت کے خلاف ہے اس طرح کے جملے صرف اور صرف دھوکا ہیں..... واللہ اعلم بالصواب

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

بقلم :- مولانا اظہار الحق اظہر بستوی صاحب

اللہ کے رسول ﷺ سے محبت، آپ سے عقیدت اورآپ کی تعظیم وتکریم ہمارے ایمان کے بنیادی اجزاء ہیں۔ اگر کوئی دل محبت رسول ﷺ سے خالی ہے تو وہ دل نہیں ویران صحرا ہے۔ اللہ کے رسولﷺ کی ذات ہمارے لیے ایسا اسوہ وآئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر ہم خود کو سنوار اور سدھار سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ہم سے کتنا قرب ہے اس کا ذکر خوداللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایاکہ : نبی ایمان والوں کےلیے خود ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ ایک مومن کے لیے نبی ﷺ سے تعلق ومحبت، آپ کا قرب و ارادت اس کا اعزاز و اکرام ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ محبت کے تمام اسباب و علل کے جامع ہیں۔ آپ کے جمال جہاں آراء کے بارے میں حسان بن ثابت رض نے فرمایا تھا : کانک قدخلقت کماتشاء کہ گویاآپ اپنی حسب منشاء پیدا کیے گئے ہیں ۔ اگر انسان کو فرصت دی جائے کہ وہ اپنی منشا کے اعتبار سے خوب صورت بن جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی کتنا خوب صورت بننا چاہے گا۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی ایسی ہی خوب صورت تھی کہ آپ گویا اپنی منشاو مرضی کے اعتبار سے خوب صورتی کے سانچے میں ڈھالے گئے تھے۔

آدمی کسی سے محبت یا تو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے کرتا ہے۔ تو جاننا چاہیے

کہ میرے نبی ﷺ کا حسن یوسف علیہ السلام کے حسن سے بھی بڑھا ہوا تھا۔
حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا تھا:

وَلَوْ سَمِعُوا فِي مِصْرَ أَوْصَافَ خَدِّهِ لَمَا بَذَلُوا فِي سَوْمِ يُوسُفَ مِنْ نَقْدِ

لَوَاحِي زَلِيخَا لَوْ رَأَيْنَ جَبِينَهُ لَآثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوبَ على الْأَيْدِي

کہ اگرآپ ﷺ کے رخسار مبارک کے اوصاف اہل مصر سنتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت لگانے میں سیم و زر نہ بہاتے۔
اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ ﷺ کی جبین انور دیکھتیں تو ہاتھوں کی بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔
اگر کمالات کی وجہ سے کسی سے محبت کی جاتی ہے تو میرے آقا کے کمالات اتنے ہیں کہ:

قلم اشجار ہوں سارے سمندر روشنائی ہوں
مکمل ہو نہیں سکتی .... مگر سیرت محمد کی

اگر اخلاق کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو میرے آقا کے اخلاق تمام انسانوں میں سب سے بہتر تھے۔ فتح مکہ کا موقع ہے۔ دشمنوں کے کلیجے مارے خوف کے منھ کو آرہے ہیں۔ ادھر آقا کے اخلاق کا اظہار ہوتا ہے اور ان لوگوں کو باعزت آزادی و رہائی کا پروانہ دیا جاتا ہے جنھوں نے کبھی آقا ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا تھا: وانک لعلی خلق عظیم کہ آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔
ہم بحیثیت مسلمان آپ کےان سارے اوصاف و کمالات کی طرف نظر کیے بغیر بھی

آپ سے محبت کرتے ہیں کیوں کہ آپ ہمارے آقا و مولاہیں۔ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری محبت کا وہی معیار معتبر ہے جس میں ہم قدم بقدم آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہوں۔ ہماری زندگی کا ہر لمحہ سنت رسول پر عمل سے عبارت ہو۔اطاعت کے بغیر محبت کا دعوی صرف ایک ڈھونگ اور فریب ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے کیا خوب صورت بات ارشاد فرمائی کہ: آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو،اللہ تم سے محبت کرے گا۔

آپ ﷺ سے محبت ہی کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ کسی بھی طرح آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہونچائی جائے۔ اللہ تعالی اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتے ہیں: بلاشبہ جولوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالی نے دنیا وآخرت میں ان کے اوپر لعنت کو مسلط کرر کھا ہےاور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کرر کھا ہے۔ لہذا اگر کوئی آپ ﷺ کو تکلیف پہونچائے تو اسے بہر صورت روکا جانا چاہیے۔

مگر اگر وہ بے لگام ہوکر اہانت و گستاخی کا مرتکب ہونے لگے تو اس کو کیفر کردار تک پہونچادینا چاہیے ۔جیسا کہ اس ایک صحابی نے کیا تھاجنھوں نے ایک یہودیہ عورت کا گلا گھونٹ دیا کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتی تھی گستاخی کرنے والوں کے حوالے سے محبت رسول کا وہ معیار مطلوب ہے و اس اندھے صحابی نے طے کیا تھا جس کی ام ولد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی تھی

چناں چہ اس نابینا صحابی نے بھالا مارا اوراسے آخری انجام تک پہونچا دیا۔ جو انجام عصماء بنت مروان گستاخ رسول کا کیا گیا کہ عمیر بن عدی نے اس کو تلوار گھونپ کر جہنم رسید کردیاوہی انجام ہر گستاخ رسول کا ہونا چاہیے ۔ ایک دوسری عورت حضور ﷺ کو گالی دیا کرتی تھی چناں چہ آپ ﷺ نے فرمایا: من یکفینی عدوی کہ کون میرے دشمن کی خبر لے گا؟ چناں چہ حضرت خالدبن ولید نے اس کا کام تمام کردیا۔ کعب بن اشرف کا کام محمد بن مسلمہ نے تمام کیا۔ ایک دوسرے مشرک گستاخ رسول کی ذلت آمیز موت حضرت زبیر بن العوام کے ہاتھوں ہوئی۔ اسلام کی تاریخ رسول اللہ ﷺ کے دیوانوں کی محبت آمیز داستانوں سے لالہ زار ہے۔ انھوں نے جب بھی کسی دریدہ دہن کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر طعن و تشنیع کے تیروتفنگ چلا رہا ہے اور اس نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ آگے بڑھے اور اسے جلد اس کے انجام تک پہونچا دیا۔ محبت رسول ﷺ کا یہی معیار مطلوب ہے اور سچ ہے یہ بات کہ:

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

مہمان کی آمد

بقلم :- حضرت مولانا ولی اللہ مجید قاسمی ، استاذ حدیث جامعۃ الفلاح بلریا گنج

معزز مہمان کی آمد ہے ، خیر وبرکت کا چاند طلوع ہو رہا ہے ، داد و دہش اور بخشش کا مہینہ آرہا ہے ،دعا ، توبہ ، انابت اور تلاوت کا موسم بہار آرہا ہے ، جنت کو سنوارا جارہاہے اور اس کے تمام دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جہنم سے نجات کا پروانہ دیا جارہا ہے اور اس کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں ۔ تم بھی اپنے دل کا دروازہ کھول دو اور ہنستے، مسکراتے اس مہمان کے استقبال کے لئے نکل پڑو، سستی اورکاہلی کے لحاف سے باہر آجاؤ اور توبہ واستغفار کے ذریعے گناہوں سے غسل کرلو، شدت سےاس کا انتظار کرواور اس کی راہ میں پلکیں بچھا دو ۔ باہر نکل کر دیکھو فضاء میں کس قدر پاکیزگی چھائی ہوئی ہے ، ہرطرف اخلاص اور روحانیت کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے اور رنگ و نور کی بارش ہورہی ہے ہر چیز دھلی اور نکھری ہوئی ہے، عبادت و اطاعت کی باد بہاری چل رہی ہے ، اور اللہ کی طرف سے پکارنے والا پکار رہاہے : اے اچھائی کے متوالے ! قدم آگے بڑھاؤ ، اور اے برائی کے طلب گار ! اپنے قدم روک لے ۔ اس لئے دل کے دریچے کھول دو ، غفلت اور کاہلی کا شکار مت بنو ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عظیم نعمت سے محروم رہ جاؤ اور اس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہ ہوگی ۔

رمضان کی آمد کی اطلاع سے تنگ دلی اور گھبراہٹ کا شکار نہیں ہوناچاہئے بلکہ خوشی

اور فرحت محسوس کرنا چاہیے اور اس بات کی خواہش اور دعا کی جائے کہ ہمیں یہ مبارک مہینہ نصیب ہوجائے اور اس وقت ہم صحت و عافیت کے ساتھ رہیں تاکہ چستی اورنشاط کے ساتھ روزہ رکھ سکیں اوراسکے تقاضے پر عمل کرسکیں ، حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھ کر یہ دعا کرتے:

اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان۔(احمد ، طبرانی)

اور سلف صالح چھ ماہ تک دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان تک زندگی نصیب فرمادے۔ اور رمضان بعد چھ ماہ تک دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمارے رمضان کو قبول فرما لے ۔

رمضان کا چاند دیکھ کر اللہ کی حمد و ثناء اور شکر کرنا چاہیئے کہ ہمیں یہ سنہرا موقع ملا اور ہمیں عبادت و اطاعت کے لائق سمجھا گیا کیونکہ بندگی کی توفیق ایک گرانقدر انعام اور بہت بڑا شرف و اعزاز ہے ، اس پر اللہ کی جتنی بھی حمد و ثناء کی جائے ، کبریائی و عظمت بیان کی جائے ،اور سجدہ شکر بجا لایا جائے کم ہے ،

لتکبروا اللہ علی ما ہداکم و لعلکم تشکرون۔

رمضان کی آمد پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا اور دوسروں کو اس خوشخبری میں شریک کرنا چاہیئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں رمضان کی خوشخبری سنایا کرتے تھے: رمضان کا مبارک مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے ، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینے کا روزہ فرض کیا ہے ، اور اس ماہ میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے ، اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک ایسی رات رکھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے ،

اور جو شخص اس رات کی برکت اور خیر سے محروم رہا وہی حقیقی بد قسمت ہے .
(الترغیب والترہیب للمنذری)
حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر مسرت و فرحت کی بات کیا ہوگی کہ نیکیوں کا موسم آگیا ہے جس کی آمد کی راہ میں صالحین کی نگاہیں بچھی ہوئی تھیں اور دل مشتاق و بےتاب تھا۔ رحمت کی باد بہاری چل رہی ہے ، کرم و نوازش کی بارش ہو رہی ہے ، آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے نیکی کی راہ میں آسانی پیدا ہوگئی ہے ، جہنم کے دروازے بند کردیئے گئے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے عبادت کے راستے کی ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہوگئی ہے ۔
غور کروکہ بہت سے لوگ پچھلے رمضان میں تمہارے ساتھ تھے لیکن اب وہ تم سے بچھڑ کر آخرت کے سفر پر روانہ ہوچکے ہیں اور وہ امسال اس شرف سے محروم رہے تمہیں یہ شرف اور سنہرا موقع ملا ہے اس لئے اس وقت کی قدر و قیمت پہچانو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور کوشش کرو کہ تم بھی ان لوگوں میں شامل ہوجاؤ جنھیں جہنم سے نجات کا پروانہ دیا جائے گا۔ رمضان کے بابرکت مہینے سے فائدہ اٹھانے کے لئے منصوبہ بندی اور پلاننگ ضروری ہے ، افسوس یہ ہے کہ لوگ دنیاوی معاملات میں باریکی کے ساتھ پلاننگ کرتے ہیں اور نفع نقصان کے ہر پہلو پر دھیان دیتے ہیں مگر آخرت کے معاملے میں دنیا داروں کو چھوڑئے عام طور پر دیندار طبقے کے پاس بھی کوئی پلان اور منصوبہ نہیں ہوتا ہے، بہت کم لوگ ہیں جو اس کے لئے منصوبہ بناتے اور اس پر عمل کرتے ہیں ۔ عبادت اور نیک عمل کے لئے پختہ ارادہ

اور ارادے کے مطابق عمل کی کوشش ضروری ہے ، مخلصانہ ارادے کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے اور راستے کی مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں ۔

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح اعظم
جہاد زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

اسی کے ساتھ روزہ سے متعلق مسائل کو جاننے کی کوشش ہونی چاہئے، اس لئے کہ فرائض کے معاملے میں ناواقفیت اور لاعلمی عذر نہیں ہے، لہذا روزہ کے صحیح اور اللہ کی نگاہ میں لائق قبول ہونے کے لئے اس سے متعلق احکام کا جاننا ضروری ہے ۔

آؤ! اس مہینے سے نیکی اور پرہیزگاری کے ایک نئے باب کا افتتاح کریں اور ایک نئ اور تابناک زندگی کی ابتدا کریں ، اس طور پر کہ توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے پروردگار کی طرف واپس آجائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے خود اس کے پابند اور دوسروں کو اس تک لانے والے اور جن چیزوں سے روکا ہے اس سے دور رہنے اور دوسروں کو منع کرنے والے بن جائیں ۔ والدین ، بیوی ، بچوں ، رشتے داروں اور عام لوگوں سے اپنے تعلقات ٹھیک کرلیں،ان کے حقوق ادا کریں ، لڑائی، جھگڑے اور اختلافات کو ختم کردیں ، حسد ، تکبر ، کینہ ، کپٹ اور بغض سے اپنے سینے کو پاک و صاف کرلیں ۔ تاکہ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق ہو سکیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہمیشہ نیک کام کرتے رہو اور اپنے آپ کو اللہ کی رحمت کی ہواؤں کے لئے پیش کردو ، کیونکہ اللہ کی رحمت کی ہواؤں کے کچھ خاص مواقع ہوتے ہیں اور اللہ تعالی جسے چاہتے اسے اس کا مستحق بنا دیتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے رہا کرو کہ وہ تمہاری خامیوں اور عیوب پر پردہ ڈال دیں اور تمہارے خوف اور بے اطمینانی کو ختم کردیں۔(سلسلۃ الصحیحہ : 189)

ہم رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں؟

بقلم :- مولانا مفتی عبیداللہ شمیم قاسمی

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، شعبان المعظم کا مہینہ ختم ہونے کو ہے، رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے سے ہی رمضان المبارک کے مہینے کے منتظر رہتے تھے جس کا اندازہ رجب کے چاند دیکھنے کے وقت جو دعا آپ پڑھتے تھے اس سے لگایا جاسکتا ہے، رجب المرجب کا آپ جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: "اللهم بارك لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان" اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینہ کو بابرکت بنا اور ہمیں رمضان تک پہنچائیے، یہ حدیث مختلف کتابوں میں مختلف اسانید سے وارد ہوئی ہے، اگرچہ اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے مگر فضائل کے سلسلے میں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی شعبان کے مہینہ میں عام مہینوں کے اعتبار سے عبادت میں زیادتی فرما دیتے تھے، اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے جیسا کہ مختلف روایات میں وارد ہوا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لاَ يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لاَ يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ

شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ"،

صحيح البخاري (١٩٦٩)، صحيح مسلم (١١٥٦).

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھنا شروع فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ اب روزہ رکھنا ختم نہ کریں گے اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ رکھنے پہ آتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ کبھی نہ رکھیں گے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان شریف کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:١٩٦٩، صحیح مسلم:رقم الحدیث ١١٥٦)۔

ایک دوسری روایت میں ہے :

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ" صحيح البخاري (١٩٧٠).

حضرت عائشہ رضی اللہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ نہیں رکھتے تھے، کیونکہ کبھی کبھی پورے شعبان آپ روزہ رکھتے تھے یہاں پورے شعبان کے روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے، کیونکہ بعض مرتبہ اکثر پر "کل" کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

بعض دیگر احادیث میں شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے سے منع بھی فرمایا گیا

ہے، تاکہ اس کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں دشواری نہ ہو۔ رمضان المبارک کے قریب ہونے اور اس کے خاص انوار وبرکات سے مناسبت پیدا کرنے کے شوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینہ میں روزے کا اہتمام کثرت سے فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُمْ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ. قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَبُّ الشُّهُورِ إِلَيْكَ أَنْ تَصُومَهُ شَعْبَانُ. قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ يَكْتُبُ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ مَيِّتَةٍ تِلْكَ السَّنَةَ، فَأُحِبُّ أَنْ يَأْتِيَنِي أَجَلِي وَأَنَا صَائِمٌ».

مسند أبي يعلى الموصلي (٣١١/٨).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشۃ رضی اللہ عنھا نے صحابہ کرام سے بیان کیا کہ نبی ﷺ شعبان کا پورا مہینہ ہی روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! تمام مہینوں سے زیادہ آپ کو شعبان میں روزہ رکھنا پسند ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یقینا اللہ تعالی اس سال میں ہر ایک مرنے والے کی موت کو (اسی مہینہ میں) لکھتا ہے، لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ حالت روزہ میں میں میرا وصال نامہ لکھا جائے۔ ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں روزے کے شوق اور شعبان المعظم میں پورے سال مرنے والوں کا نام لکھا جانا (جیسا کہ روایت میں آتا ہے)، اس وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو رمضان المبارک کی عظمت اور اس کی

فضیلت بیان کرنے کے لیے شعبان کے مہینے میں توجہ دلایا کرتے تھے تاکہ اس ماہ مبارک کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ ہو۔

اسی وجہ سے اللہ کے رسولؐ شعبان کے مہینے میں صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کرتے اور خطبہ دیتے جس میں انہیں رمضان کے فضائل ومسائل بیان کرتے، رمضان کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر اس کی تیاری کے سلسلے میں توجہ دلاتے۔ اسی لئے ہم ماہ مبارک کی آمد سے پہلے پہلے اس کے مقام، اس کی عظمت، اس کی فضیلت، اس کے مقصد اور اس کے پیغام کو اپنے ذہن میں تازہ کریں تاکہ اس کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں اوراس بات کا پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس ماہ مبارک میں اپنے اندر تقوی کی صفت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزہ کا مقصد ہے۔ اور نیکی کے کاموں پر جمنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا وہ خطبہ بہت مشہور ہے جس میں آپ نے شعبان کے آخری دنوں میں حضرات صحابہ کرام کو جمع فرما کر اس ماہ مبارک کی عظمت، فضیلت، روزہ کی فرضیت، تراویح کی سنیت، اور عبادت پر ثواب کی زیادتی، صبر کی تلقین، ایک دوسرے سے ہمدردی وغمگساری، روزہ افطار کرانے کا ثواب اور چار چیزوں کی کثرت کا حکم دیا ہے جسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

رمضان کے روزے کی فرضیت کا مقصد حصول تقوی ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: 183]

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہوجائے۔

گرچہ ایک دوسری آیت میں تقوی کے حصول کا عام طریقہ بیان کردیا ہے،

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: 119]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

لیکن رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کا مقصد حصول تقوی ہے اور یہ مہینہ تقوی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

لیکن رمضان المبارک کے مہینے میں تقوی کیسے حاصل ہوگا، اس کے لیے ہمیں گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا ہوگا، رمضان کے دنوں میں اللہ رب العزت نے کھانے پینے اور جماع سے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک رکنے کا حکم دیا ہے، یہ تینوں چیزیں فی نفسہ حلال ہیں مگر اللہ رب العزت نے رمضان میں ایک متعین وقت کے لیے ان سے منع کردیا ہے تو جو چیزیں عام حالات میں منع ہیں ان سے تو بدرجہ اولی رکنا چاہیے۔

لہذا ہم عہد کریں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں جھوٹ، غیبت، دھوکہ، ایک دوسرے کی ایذاء رسانی، غیر محرم پر غلط نظر ڈالنے، لا یعنی کاموں میں وقت ضائع کرنے اور ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کا التزام کریں گے۔

سیاست اور شریعت

بقلم :- مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری ، نائب ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائمیر اعظم گڈھ

شعبان کا نصف حصہ گزرچکا ماہ مبارک ماہ رمضان کی آمد آمد ہے اس ماہ مبارک کے تعلق سے کچھ تحریر وترقیم کا ارادہ تھا سوچا تھا کہ قارئین کو ٹوٹی پھوٹی تحریر کے زریعہ اس عظیم و سعید نعمت کے انوار و برکات کے سیلاب میں غواصی کی زحمت دیتا اس ماہ نوید کی قدر و منزلت سے واقف کراتا اور اس شہر بختاور میں رب کریم وجلیل کی برکتوں رحمتوں اور مغفرتوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں غوطہ خوری کے فوائد و منافع پہ خامہ فرسائی کرتے ہوئے آپ کے سرد جذبات کو گرماتا گیارہ مہینوں کی میل و کچیل کو دور کرنے والے اس ماہ مبارک کے ایک اک لمحہ کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتا اس ماہ مغفرت میں مغفرت نا حاصل کرپانے والوں کیلئے حضرت جبرئیل کی بددعاء اور نبی الثقلین کے آمین کہنے کے واقعہ کا ذکرکرکے مغفرت کی طلب اور اس پر حرص کو ابھارتا

فَقَالَ: "إِنَّ جِبْرِيلَ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ

فَقُلْتُ: آمِينَ (مستدرک حاکم) (تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان مبارک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو) تو میں نے کہا آمین ۔

،دلوں میں لگے زنگ اور اس پر چھائی غفلت کو شیقل کرنے کیلئے احادیث و آثار کا سہارا لیتا لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔ (ابن ماجه)

ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے ور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ''روزہ'' ہے

اس ماہ مبارک کا مقصد (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ)اور اس میں انسانوں کیلئے حیوانیت و بہیمیت سے انسانیت کی طرف رجوع کرنے اور اللہ تبارک وتعالی کا قرب حاصل کرنے پر تفصیلی قلم برداری کرتا

اس ماہ مبارک کو اسکے جملہ حقوق کے ساتھ برتنے اور اسکی راتوں میں قیام پر سابقہ گناہوں کی بخشش کا پروانہ قول نبی ﷺ کی روشنی میں سناتا

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَمَنْ قَامَ رَمضَّانَ اِيْمَانًا وَّاحتِسَابًا غُفِرَ لَه مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه. (متفق علیہ)

ترجمہ: جو شخص ماہِ رمضان کے روزے بحالت ایمان اور بامید ثواب رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ماہِ رمضان میں کھڑاہو یعنی نوافل (تراویح وتہجد وغیرہ) پڑھے بحالت ایمان اور بامید ثواب تو اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

قرآن و رمضان کی مناسبت(شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ)کا ذکرکرتے ہوئے اس ماہ مبارک میں سید الکونین ﷺ کے کثرت تلاوت کا ذکر کرکے آپ کو بھی کثرت تلاوت کی دعوت دیتا نیز نبی پاک ﷺ کے خیرات و صدقات کا حوالہ دیکر خیرات و صدقات کے راستہ جنت کمانے کی فکر ابھارنے کی کوشش کرتا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ

ہو گاؤں اور شہروں میں انصاف کو قوت ملے دبے کچلے لوگوں کو ان کا صحیح مقام ملے ان سب کے لئے ضروری ہیکہ ہم سیاست کی اہمیت اور ووٹ کی قیمت کو سمجھیں چند روپیوں یا ذات پات کے نام پر اپنے ووٹ کو ضائع نا کریں "وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى" ووٹ ایک امانت ہے اور امانت کو صحیح جگہ پہونچانا امین کی ذمہ داری ہے

مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں ووٹ کی شرعی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے ووٹ کو شہادت کا درجہ دیا ہے،

ہے نیز یہ بھی لکھا ہیکہ قرآن کی رُو سے نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی ایک اور حیثیت بھی ہے، جس کو سفارش کہا جاتا ہے : گویاووٹ دینے والا یہ سفارش کرتاہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے،" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"اور جو شخص اچھی سفارش کرے گا، تو(نیک کاموں میں)اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو بری سفارش کرے گا،تو(برے کاموں میں)اُس کا برابر کا حصہ ہوگا، (النسآء: 85)"۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ

معاشرہ میں کچھ ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو سیاست کی گندگی کو دیکھتے ہوئے اس میں ہر قسم کی حصہ داری سے پرہیز کرتے ہیں نا ووٹ دینے جاتے ہیں اور نا ہی عملی طور پہ کسی قسم کی سرگرمی میں حصہ لیتے ہیں اس میں اول قسم جو ووٹ

نا دینے میں خیر دیکھتی ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ووٹ نا دینا حرام ہے مفتی تقی عثمانی صاحب نے ووٹ کی شرعی حیثیت کے پس منظر میں تحریر فرمایا ہیکہ
""""شرعی نقطۂ نظر سے ووٹ کی حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے جس طرح جھوٹی گواہی دینا حرام اور ناجائز ہےاسی طرح ضرورت کے موقع پر شہادت کو چھپانا بھی حرام ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ (البقرہ)

اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی کو چھپائے اس کا دل گنہگار ہے
ووٹ بلا شبہہ ایک شہادت ہے اور ووٹ نا دینا شہادت کو چھپانے کے مثل ہے جو کہ گناہ عظیم ہے ووٹ کا صحیح استعمال ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اس سے راہ فرار میں دینی و دنیاوی نقصان ہے ووٹ نا دینا نا اہلوں اور شریروں کے راستہ کو صاف کرنے کے مترادف ہے لہذا ضروری ہیکہ اچھے لوگوں کو میدان عمل میں اتارا جائے اور انہیں جتا کر سیاست کی گندگی کو دور کیا جائے والد گرامی محسن الامت شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب نوراللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ پیشاب کو پیشاب سے پاک و صاف نہیں کیا جاسکتا بلکہ پیشاب کو صاف کرنے کیلئے صاف پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس مثال کی روشنی میں غور کیا جائے تو بات بلکل درست ہے آج ہم نااہلوں شریروں اور فتینوں کو زمام اقتدار سونپ کر خیر کی امید رکھتے ہیں یاد رکھیں ایسا ممکن نہیں اگر آپ صاف شفاف سیاست کے متمنی ہیں تو اچھی شبیہ کے لوگوں کے لئے راستہ دیں تاکہ عوام الناس کو انصاف مل سکے ایک بار پھر یاد دلادوں کہ ووٹ ایک شہادت ہے ووٹنگ کے دن فیصلہ آپ کو کرنا ہےاگر ووٹنگ کے دن آپ نے

عدل پر مبنی فیصلہ نا کیا تو پھر آپ کی یہ توقع انتہائی فضول ہوگی کہ جس امیدوارکے بارے میں آپ نے فیصلہ کرتے وقت اپنے آپ پر اور پوری قوم پر ظلم کیا ہے، وہ عدل کا علمبردار ہوگا، یہ ببول کا درخت لگاکر گلاب کے پھولوں یا انگور کے خوشوں کی تمنّا کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو فہم سلیم عطاء فرمائیں اور امت مسلمہ کی ہر شر و فتنہ سے حفاظت فرمائیں ہر قسم کے اختلاف و انتشار اور تکرار و فساد سے مسلمانوں کو محفوظ رکھیں نیز آپس میں اتحاد و اتفاق نصیب فرمائیں

نوٹ —: چونکہ الیکشن کے سارے مراحل رمضان کریم کے مہینہ میں ہی پڑتے ہیں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ بھوک پیاس کی وجہ سے ووٹ دینے جانے میں دقت محسوس ہو پر جائیں ضرور اور کار ثواب سمجھتے ہوئے الیکشن میں حصہ لیں نیک اور ایماندار لوگوں کا انتخاب کریں اللہ تعالی آپ کو اس کا بھرپور بدلہ عطاء فرمائینگے

دیوبند کے پاپے

بقلم :- مولانا محمد صابر القاسمی ، مدرسہ فیضِ عام دیو گاؤں ، اعظم گڑھ

دیوبند تو اصلاً جامعہ اسلامیہ دارالعلوم کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے، دارالعلوم کے علاوہ دیوبند میں ڈھیر سارے مدرسے ہیں، کچھ کام کے ہیں اور زیادہ تر نام کے بلکہ بےکام کے، دیوبند مدرسوں، مسجدوں اور کتب خانوں کا شہر ہے اور مچھروں کا بھی شہر کہا جائے تو شاید بےجا نہ ہوگا، دیوبند کے پاپے بھی دیوبند کی شہرت میں کچھ نہ کچھ عمل دخل رکھتے ہیں، پاپے نے اپنا تعارف مجھ سے کیسے کرایا؟ اس کی داستان بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے، پاپے ہمارے یہاں (اعظم گڑھ میں) بھی بنتے ہیں لیکن اسے ہمارے دیار میں پاپے نہیں کچھ اور کہا جاتا ہے، ایک گاؤں دیہات کا رہنے والا جو اپنے گاؤں سے پچاس ساٹھ کلومیٹر دور بھی شاید کبھی گیا ہو، گاؤں ہی میں ددھیال اور ننھیال ہے اور اب خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے سسرال بھی گاؤں ہی میں بلکہ گھر ہی میں ہے، ایک چچا زاد جو دوہزار نو تک صرف چچا زاد تھی دوہزار نو سے بیوی بھی بنی بیٹھی ہے ۔

دو ہزار تین میں دارالعلوم دیوبند میں فضیلت کے چوتھے سال میں داخلہ ہوا توخوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، اب تک کی میری زندگی کا سب سے زیادہ خوشی کا دن وہی تھا، سچی بات تویہ ہے خوشی کےمارے رات بھر کروٹیں بدلتا رہا لیکن نیندکا کہیں اتا پتہ

پتہ نہ تھا اور مؤذن نے فجر کی اذان دے دی، فجر کی نماز کے بعد آسامی منزل کے احاطے سے نکل رہا تھا کہ حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بلایا، نام پتہ معلوم کیا اور فرمایا دس روپے کے پاپے لے آؤ! پاپے؟؟؟؟ پہلی بار یہ لفظ سنا تھا، کم از کم میرے لئے یہ لفظ اس وقت بالکل نیا تھا، حضرت سے اس کے بارے میں پوچھنا مناسب نہیں سمجھا کہ حضرت کیا سوچیں گے کہ اسے پاپے تک کا پتہ نہیں؟ راستے میں بجنور کے ایک ساتھی سے معلوم کیا کہ پاپے کیا ہوتا ہے؟ ساتھی نے کچھ اونچا سنا یا نیچا، وضاحت فرمانے لگے کہ پاپ کے معنی ظلم۔۔۔۔ زیادتی۔۔۔۔ ستانا۔۔۔۔ایذاپہنچانا۔۔۔ میں جلدی سے بول پڑا اور کہا پاپے کیا ہوتا ہے پاپے؟ ورنہ پاپ کے معنی کی فہرست پتہ نہیں کتنی طویل ہوتی؟ اب انہوں نے نہ اونچا سنا اور نہ ہی نیچا، پوری تفصیل بتائی کہ وہ کیا ہے اور کہاں ملے گا؟ پھر کیا تھا، حضرت کو دس روپے کے پاپے لاکر دئے اور اسی وقت سے پاپے پر ایسا مہربان ہوا کہ ہر چھٹی کے سفر میں کتابوں کے ایک بنڈل کے ساتھ ساتھ پاپے کا ایک کارٹون بھی ضرور ہوتا تھا۔

کیا مسلمان قبولِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں؟

بقلم :- حضرت مولانا مفتی محمد عبیداللہ قاسمی صاحب ، دہلی

ہمارے ہندستانی معاشرے میں ذات برادری محض تعارف کے لئے نہیں رہ گئی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ اسی طرح ہوگیا ہے جس طرح ہندؤوں میں مروج ہے. اور ایسا بہت ساری رسوم کی طرح ہندو معاشرے کی صحبت اور قربت کی وجہ سے ہوا ہے. اگر یہ مفروضہ تسلیم کرلیا جائے کہ مسلمانوں میں شادی بیاہ میں فقہاء والے کفوء کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ ان کی تصریحات کے مطابق بڑی برادری کے لڑکوں کی شادی چھوٹی برادری کی لڑکیوں سے بلاتکلف کی جاتی کیونکہ وہ لڑکیاں ان کی کفو ہیں مگر ایسا ہرگز نہیں کیا جاتا ہے اور ویسا ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ ہندو کرتے ہیں کہ چھوٹی برادری سے لڑکی لیتے بھی نہیں ہیں. اس سے واضح ہوگیا کہ مسئلۂ کفو پر بھی عمل نہیں ہے بلکہ ہندو رواج پر ہی مکمل عمل جاری ہے.

جہاں تک بات فقہاء والے مسئلۂ کفو کی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس مقصد کے تحت ہے کہ باہمی ہم آہنگی رہے اور اس کی وجہ سے نکاح مستحکم رہے. یہ محض خارجی اور انتظامی حکمت ہے. اس سے آگے کچھ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے کفاءت میں صرف برادری کی بات نہیں کہی بلکہ دینداری، تقوی، مالداری وغیرہ کی بات بھی

کی ہے تاکہ میل کی شادی ہونے کی وجہ سے شادی دیر پا رہے مگر ہمارے ہاں دوسری چیزوں کو تو اڑادیا گیا اور ہندوؤں کی طرح صرف برادری کو پکڑ لیا گیا ہے۔
اسلام کا مزاج اور اسپرٹ نسلی تفاخر کا خاتمہ ہے اور اسلام نسلی تفاخر کو جاہلیت کا سنگین مرض قرار دیتا ہے۔ اسلام کے متعدد نصوص رنگ ونسل کے امتیاز اور تفریق کو ختم کرنے پر زور دیتے ہیں۔ اور یہ اسلامی مزاج وتعلیم بھی ان بڑی چیزوں میں شامل ہے جو اغیارکو اسلام کی طرف لانے میں مقناطیس بنے ہیں۔ اپنے ملک ہندستان پر نظر کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں قبولِ اسلام کی رفتار انتہائی دھیمی بلکہ تھم سی گئی ہے حالانکہ کم از کم دلتوں کو تو جوق در جوق اسلام میں داخل ہوجانا چاہیے تھا کیونکہ وہ سماجی امتیاز اور نابرابری اور تحقیر وتذلیل کے سخت شکار اور ستم رسیدہ ہیں مگر ایسا نہیں ہوا اور نہ اب ہورہا ہے۔ میرے خیال میں شاید اس کی بڑی وجہ مسلمانوں میں ہندؤوں کی طرح ذات برادری کا نظام ہے۔ جب وہ یہ بات دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی اس معاملے میں ہندو کی طرح ہی ہیں تو پھر ہم اسلام قبول کیوں کریں اور قبول کرنے پر ہمیں نکاح میں اپنی بیٹی کون دے گا؟ میں نو مسلموں کی متعدد بڑی مجالس میں بارہا شریک ہوا ہوں وہاں یہ گفتگو ہوتی ہے اور اسے بڑی رکاوٹ تصور کیا جاتا ہے۔ عمل اس پر ہے کہ ایک نو مسلم دلت زادے کو سید زادی نہیں دی جاسکتی ہے خواہ وہ نو مسلم لڑکا بہت نیک اور متقی کیوں نہ ہو۔ مگر اس سید لڑکی کی شادی اللہ اور اس کے رسول کی علانیہ نافرمانی کرنے والے نیم دہریہ سید لڑکے سے ممکن ہے۔ کیا یہ عمل اسلام کے مطابق ہے یا بالکل مخالف؟ یہ عمل اسلام کی طرف راغب کرنے والا ہے یا اس سے متنفر کرنے والا اور اس کی راہ میں

کانٹے بچھانے والا؟ علماء کو اس موضوع پر سوچنا ہوگا اور قبولِ اسلام کی رفتار اس ملک میں بڑھانے کے پیشِ نظر بھی مسلمانوں میں جڑ پکڑ چکے ذات برادری کے ہندوانہ تصور کو اکھاڑ پھینکنا ہوگا. اگر خود ایسا کرنے کی ابھی ہمت نہیں ہورہی ہے تو جو لوگ دوسری برادریوں میں شادیاں کررہے ہیں کم از کم ان کی تحسین کرنی ہوگی. دنیا میں ہورہے انقلابات سے غفلت کو ترک کرنی ہوگی اور جھوٹے تفاخر اور مباہات کے دلدل سے خود بھی اور دوسروں کو بھی نکالنا ہوگا. سب بنی آدم ہیں اور آدمی مٹی سے ہیں، مٹی میں ہی انہیں جانا ہے اور وہیں سے دوبارہ نکلنا ہے. إن أكرمكم عند الله أتقاكم. (اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز ومحترم وہ ہے جو تم میں سب زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے.)

محمد عبید اللہ قاسمی، دہلی

مولانا صہیب احمد صاحب جونپوری بھی راہی آخرت ہوگئے

بقلم :- حضرت مولانا مفتی محمد شرف الدین عظیم قاسمی اعظمی

شاید یہ ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ،اور بے تحاشا ایمان ویقین کے حصار سے نکل کر دنیا اور حطام دنیا کے حصول کی شکل میں فکری ونظری انحراف کا اثر ہے،کہ نہایت تیز رفتاری سے اساطین امت
اور اکابرین ملت اس ناپائیدار دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف روانہ ہو رہے ہیں، ابھی ایک رہنما کی رحلت کے غم کے اندھیروں سے ملت نکل نہیں پاتی کہ دوسری شخصیت کی جدائی کا سانحہ وجود میں آجاتا ہے۔

ابھی کھا کے ٹھوکر سنبھلنے نہ پائے
کہ پھر کھائی ٹھوکر سنبھلتے سنبھلتے

اس وقت ہماری صورت حال ایسی ہی ہے کہ ایک میر کارواں کی رحلت کا زخم بھرتا نہیں ہے کہ امت کے اجسام پر ایک اور کاری ضرب لگ جاتی ہے، اور ذہن سے لیکر دماغ تک اور قلب سے روح تک کی مملکت تک میں اداسیوں کی فضا چھا جاتی ہے،
اور ایسے وقت میں جب ملت ہر طرف سے اغیار کے سفاکانہ منصوبوں کے نرغے میں ہو اور ہر سو نفرتوں کی آندھیاں چل رہی ہو،تو عزم وہمت کے قافلوں اور تاریخ ساز اعاظم رجال کی فرقتوں کا درد مزید بڑھ جاتا ہے،اداسیوں کے سائے گہرے اور رنج وغم کی تاریکیاں طویل اور مہیب ہوجاتی ہیں۔

گذشتہ کل 3/اپریل 2021/بروز شنبہ ہندوستان کی قد آور شخصیت کی رحلت سے پوری ملت سوگوار تھی کرب واضطراب اور درد والم کی کیفیت ابھی شباب ہی پر تھی کہ شام تک مہاراشٹر کی ہر دلعزیز شخصیت، جلیل القدر عالم دین، تبلیغی جماعت کے اہم ذمہ دار، دارالفلاح ممبرا جیسے اہم تعلیمی وتبلیغی ادارے کے بانی و مہتمم مولانا صہیب احمد صاحب قاسمی کے سانحہ ارتحال کی خبر آگئی۔

اہل ممبرا نہیں بلکہ پورے صوبہ مہاراشٹر کے علمی ودینی اور تبلیغی حلقوں میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی، درسگاہیں تو حکومتی فیصلوں کے باعث ویسے بھی سنسان تھیں مگر اس خبر نے مزید ویرانی کا ماحول پیدا کردیا کہ ابھی تو اہل ممبئ کوان کی سخت ضرورت تھی، ابھی ان کی رہنمائیوں کا دینی طبقہ شدت سے محتاج تھا،

مولانا صہیب احمد صاحب جونپوری بڑے عالم دین،صبر واستقامت اور عمل پیہم کے پیکر، جہد مسلسل،بلند افعال و کردار، دین پر پہاڑوں جیسی صلابت، اورچٹان صفت عزم وہمت کا خوبصورت مجسمہ تھے، وہ ایک کامیاب مدرس بھی تھے اور فصیح اللسان خطیب بھی،ایک باکمال منتظم ومدبر بھی تھے اور دلوں کی دنیا بدل دینے والے داعی اسلام بھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں بہت تاثیر رکھی تھی،ایک طرف مسلسل عمل اور لگن،تڑپ ،جذبات اور دھن کا سرمایہ ان کے پاس تھا دوسری طرف نیت کی پاکیزگی،اخلاص کی دولت اور رضائے الٰہی کی فکر کا اثاثہ تھا ان اوصاف نے انکے عزم میں قوت وطاقت فراہم کی، سرگرمیوں میں برکت عطا کی،

پھر اس کا اثر زمانے نے دیکھا کہ ممبرا تھانے میں بے سروسامانی کے عالم میں علم کا چراغ ان کے ذریعے روشن ہوا تو اس کی کرنیں پورے مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں پھیلیں،اورآج بھی پوری شان سے دارالفلاح ممبرا کے نام سے یہ شاداب

گلستاں فضاؤں میں علم کی،اصلاح وارشاد کی اور دعوت وتبلیغ کی خوشبو بکھیر رہا ہے، یہ کارنامہ اس قدر عظیم الشان ہے،اور اتنا اہم ہے کہ مولانا صہیب احمد صاحب قاسمی مرحوم کی زندگی کو جاوداں اور دوام آشنا کرنے کے لئے کافی ہے۔

مولانا صہیب احمد صاحب قاسمی مرحوم شیراز ہند جونپور کی ایک مردم خیز بستی لپری میں 1963/کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اورعربی متوسطات کی تعلیم مدرسہ بدرالاسلام شاہ گنج جو اس وقت علاقے میں علم کی بہار لٹا رہا تھا اور علمی وادبی اعتبار سے شباب کی منزلوں میں تھا،میں حاصل کی،بعد ازاں فضیلت کےلئے دارالعلوم دیوبنداور مدرسہ شاہی مرادآباد تشریف لے گئے اور مدرسہ شاہی سے ہی سند فراغت حاصل کی ،تعلیم وتعلم کی رسمی فراغت کے بعد ،

ذریعۂ معاش کی تلاش میں خلیج کے ارادے سے ممبئی آئے،مگر قدرت کی مشیت یہ تھی کہ آپ کے ذریعے علاقے ممبرا کی ہدایت کا سامان ہو، بالآخر تقدیر نے اس علاقے میں پہونچا دیا یہاں ایک چھوٹی مسجد تھی اس میں امامت کے فریضے پر مامور ہوئے،جس جگہ مسجد تھی وہ علاقہ بالکل غیر آباد اور ویران تھا،آبادی تھی بھی تو جہالت وبدعات میں ڈوبی ہوئی، بظاہر یہاں سکون کا سرمایہ تھا نہ ہی ترقی کا کوئی امکان، مگر جب عزم جواں ہو اور جذبات بیکراں ہوں تو جانفشانیوں کے آگے راستے کے سنگریزے گرد بن کر اڑ جاتے ہیں۔

مولانا مرحوم نے توکل علی اللہ کے سہارے زندگی کا پڑاؤ یہیں ڈال دیا اور محنت وسر گرمی میں جسم وجان سےمنہمک ہوگئے، برسوں کی محنت شاقہ اوربے نظیر قربانیاں رنگ لائیں، انھوں نے دلسوزی کے ساتھ لوگوں میں دین کا رجحان پیدا کیا،علم کی فضا قائم کی،تعلیم کی طرف عوام کو ابھارا،موثر گفتگو،اوراپنے اخلاق وکردار کے ذریعے لوگوں کو

اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کیا، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کی دلنشین تقریروں کے نتیجے میں خلقت کی خلقت اللہ جل شانہ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئی،مسجدوں کا رخ کیا،یہاں تک کہ مسجد تنگ ہوگئی،مولانا مرحوم نے مسجد کی توسیع کی اور بہت شاندار انداز میں اس کی تعمیر کی عمدہ قسم کے پتھروں سے اس کی تزئین وآرائش کی،اسے تبلیغ کا مرکز بنایا، علاقے کے بچوں کے دینی مستقبل کے پیش نظر منظم انداز میں مکتب قائم کیا، ٹھوس تعلیم کا انتظام کیا،باصلاحیت اساتذہ کی اس سلسلے میں خدمات لیں، شعبہ حفظ کی درسگاہ بھی اسی مسجد میں قائم کی، پھر کچھ ہی عرصہ بعد عربی شعبے کا بھی قیام عمل میں آیا، تعلیم کی مضبوطی اور انتظام کے استحکام کی شہرت اس طرح پھیلی کہ مسجدایک بار پھر تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی۔مولانا مرحوم نے اسے وسعت دینے کے لئے الگ سے پانچ منزل پر مشتمل خوبصورت اور شاندار عمارت بنوائی جو تمام سہولیات سے آراستہ ہے، پھر اسی بلڈنگ میں شعبہ عربی اور کتابوں کی لائبریری اور شعبہ نشرواشاعت اور دفاتر کو منتقل کردیا،اس شعبے میں اس وقت مشکوٰۃ تک کی تعلیم کا عمدہ انتظام ہے،ادارے کی ترقی کے لئے نہایت قابل اساتذہ موجود ہیں،

مولانا مرحوم کی نگاہیں جس طرح دینی تعلیم وتربیت پر مرکوز تھیں اسی طرح حالات حاضرہ کی نزاکتیں اور زمانے کے تقاضے بھی ان کی دسترس میں تھے،انھوں نے ملت اسلامیہ کی ترقی کے لئے عصری تعلیم کے حصول کی ضرورت کو محسوس کیا اس کے لئے انھوں نے النادی الفلاح کے نام سے عصری ادارے کی بنا رکھی، نظم وضبط، اصلاح وتربیت اور تعلیم کی مضبوطی کی وجہ سے یہ اسکول بھی بہت تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوا اس وقت بارہویں جماعت تک تعلیم ہوتی ہے اور سیکڑوں طلباء اس سے فیضیاب ہورہے ہیں۔

ان قابل قدر اور علمی و تاریخی کارناموں کی وجہ سے علاقے میں علم کی فضا قائم ہوئی، تعلیم کی طرف لوگوں کا رجحان ہوا، دینی ماحول پیدا ہوا، دینی احکامات پر عمل کرنے کا جذبہ بیدار ہوا، علم کے زمزمے گونجے، اور دین کی باد بہاری کشت زار قلب وروح لہلہا اٹھی۔

مولانا مرحوم بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے، کروفر سے کوسوں دور تھے، نہایت متواضع، ملنسار اور خلیق تھے، مزاج میں نرمی اور ذوق میں حلاوت تھی، یہی وجہ ہے کہ ان سے جو بھی ملتا وہ خوشگوار اثرات کے ساتھ واپس ہوتا، علما کے وہ بہت قدر داں تھے ۔

اسی طرح وہ عوام کے مزاج کا بھی خیال رکھتے تھے، ادھر کئی سال سے وہ بہت کمزور ہوچکے تھے چلنا پھرنا بہت مشکل ہوچکا تھا ایک سال قبل دارالفلاح میں بزرگ دوست مولانا محمد امجد صاحب کی دعوت پر وہاں حاضری ہوئی عشاء کی نماز کے وقت مولانا مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ دو شخص نے ان کے دونوں جانب سے سہارا دے رکھا تھا، مگر اس حالت میں بھی انہیں جماعت کا چھوڑنا گوارا نہیں ہوا اس سے آپ کے ذوق عبادت اور نماز سے تعلق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دنیا میں کسی شے کی آمد اس کے جانے کی تمہید ہے، مولانا محمد صہیب احمد صاحب کی زندگی کا سفر پورا ہوچکا تھا بالآخر اہل دنیا کو دین وشریعت اور علم وہنر کی سوغات دے کر آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔۔۔ آمین

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

مسجد انوار گوونڈی ممبئی

4/اپریل 2021/بروز یکشنبہ

اسلام کی بہادر بیٹیاں

بقلم :- مولانا حفظ الرحمٰن قاسمی، الاعظمی، مدرسہ تحفیظ القرآن سکھٹی مبارک پور، اعظم گڑھ

اسلام کی آمد سے پہلے شجاعت و بسالت کو مردوں کا وصف خاص اور طرۂ امتیاز سمجھا جا تا تھا، جرأت اظہار سے لے کر میدان کارزار تک جتنے بھی کارنامے تھے سب مردوں کی طرف منسوب تھے ، گلشنہائے تہذیب و تمدن کی ساری بہاریں مردوں کی مرہون منت گردانی جاتی تھیں ، اور اس کی وجہ بھی ظاہر تھی کہ اسلام سے پہلے دنیا نے صنف نازک کو کبھی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہی نہیں ، کبھی اس کو دامن تقدس کا داغ کہا تو کبھی گھر کا اثاثہ سمجھا ، کبھی اس کو شیطان کی پرچھائی بتایا تو کبھی لعنت ابدی کا مستحق ، کبھی باغ انسانیت کا کانٹا تصور کیا تو کبھی فطرت کی غلطی کا نتیجہ ،کبھی مردوں کی خواہشات پورا کرنے کا ذریعہ باورکیا تو کبھی اسے لمبے بالوں اور پست سوچ والا جانور قرار دیا ، الغرض اسلام سے پہلے یہ ارض گیتی صنف نازک کے لئے قیامت سے کم نہ تھی جہاں کائنات کا یہ حسن اتم اپنی بقا کے لیے آگ کے تلاطم سے برسرِ پیکار تھا۔۔۔ مگر جب اسلام کا ورود مسعود ہوا تو اس نے تفریق کی ہر دیوار کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا ، اور اپنی شہنشاہیت میں امیر و غریب، وضیع و شریف ، کے ساتھ ساتھ مرد وزن کے درمیان بھی مساوی سلوک کا اعلان کیا ۔ چنانچہ اگر خالق کائنات ساتویں آسمان سے یآیھا الناس التقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ ۔ کا راز کن فکاں عیاں کرتا ہے ، تو اسی خالق کائنات کا محبوب انما النساء شقائق الرجال ،کا مژدۂ جانفزاں

سنا کرعورتوں کو سر اٹھا کر جینے کا سبق پڑھاتا ہے، اگر اللہ عزوجل قل للمؤمنین یغضون من ابصارھم کہہ کر عورتوں کو عز و شرف کا تاج محل قرار دیتا ہے ، تو اس کا محبوب یاانجشۃ رویدک بالقواریر کی تنبیہ کے ذریعے عورتوں کی نزاکت و حساسیت سے قوم کو آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسلام کے اس مساوی حسن و سلوک کا ثمر اس طرح سے بارآور ہوا کی وہ صنف نازک جو صدیوں سے مظلوم و مجبور اور مقہور کی زندگی گزار رہی تھیں آج اس ان کے حوصلوں کو پر لگ گئے اور ان کے کارنامے تمدن کے تمام عنوانات پر محیط ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے جانبازی کے باب میں انہوں نے ایسی مثالیں قائم کیں جو دیگر اقوام و ملل کے لئے مشعل راہ ہیں ہیں۔

تمام دنیا اپنی تاریخ پر ناز کرتی ہے ، اور بجا طور پر کرتی ہے ، لیکن اگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ اس افسانہائے پارینہ میں صنف نازک کی سعی و کوشش کا کتنا حصہ ہے تو ہر طرف ایک " ہو " کے سوا کچھ بھی سنائی نہ دے ، اور فخر و غرور کا سارا نشہ ہرن ہو جائے ، لیکن اسلام کی تاریخ بنت حوا کی ایسی شجاعت و بہادری سے بھی استعارہ ہے جس نے بارہاں تاریخ کے دھارے کا رخ موڑا ہے ۔

شجاعت کی پہلی قندیل

اسلام کا سورج ابھی طلوع ہی ہوا تھا کہ کچھ بیمار چمگادڑوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگی ، لیل و نہار اسی فکر میں گردش کرنے لگے کہ کس طرح اس کی پاکیزہ کرنوں خرمن انسانیت کو بچایا جائے، نتیجۃً کئی میدان کارزار گرم ہوئے، کئی خونی معرکے وجود میں آئے غزوہ خندق بھی اسی گھناؤنی سوچ اور باطل کی پیچ و تاب کا ایک حصہ تھا، جہاں باطل

یہ سوچ کر آیا تھا کہ آج اسلام کو صفحہ ہستی سے فنا کر دینا ہے ، آپ ﷺ نے باطل کی اس للکار کو قبول کیا ، اور عورتوں کو ایک محفوظ مقام پر جمع کرکے رزم گاہ میں تشریف لائے ، دوران جنگ ایک یہودی ان عورتوں کی طرف نکل آیا خوف یہ تھا کہ اگر یہ یہودی ، دشمن سے کہہ آیا کہ ادھر عورتیں ہیں ، تو جنگ کی صورتحال امید سے زیادہ پریشان کن اور خوفناک ہوسکتی ہے ، اس سے پہلے کہ یہ اندیشہ حقیقت کا روپ لیتا خانوادۂ نبوت کی ایک پروردہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا خیمہ کی آیک لکڑی لیکر نیچے اتریں اور اس یہودی کو وہی مار گرایا ۔۔۔

اسلام میں صنف نازک کی یہ پہلی قندیل شجاعت تھی جس کی راہنمائی میں چراغوں پر چراغ جلتے رہے اور اسلام کی تاریخ مثل کہکشاں جگمگاتی رہی ۔۔۔۔

ام عمارہ : جرات کا استعارہ

بیعت عقبہ اسلامی تاریخ کا وہ نازک موڑ ہے جہاں چند نفوس قدسیہ نے نبی مکرم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی ، نور مجسم کے لیے گھر لٹا دینے کی ، خود کو فنا کردینے کی ، سر تن سے جدا کر دینے کی ، یہ واقعہ خود اپنے آپ میں حیرت کا ایک سمندر سموئے ہوئے ہے کہ سود و زیاں کی اس دنیا میں ایک بیگانے کے لئے اتنی بڑی قربانی ، اس پر مستزاد ام عمارہ جیسی مقدس عورتوں کا پیش پیش رہنا کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا ، مگر صحابہ کی فدا کاریوں اور جاں نثاریوں پر تاریخ کی پے در پے شہادتیں خردمندان عالم کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اسےمقدس صحیفوں کی مانند تسلیم کریں. اور ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ ایک رسم تھی جسے پورا کرلیا گیا ، بلکہ ام عمارہ نے زندگی بھر بیعت عقبی کی لاج رکھی ، اور حق و باطل کی ہر جنگ میں شمشیر و سناں کی توقیر بڑھائی ، جنگ احد میں جب عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تب بھی ام عمارہ تیغ

بدست حملہ آوروں کے سامنے شیشہ پلائی دیوار بن کر کھڑی رہیں ، جنگ یمامہ کے موقع پر اس وقت تک داد شجاعت وصول کرتی رہیں جب تک ان کے دست و بازو دشمن کے وار سے ناکارہ نہ ہوگئے اور جسم زخموں سے گلزار نہ ہوگیا ۔۔

حضرت خنساء کی ثابت قدمی

جنگ قادسیہ کا خونریز معرکہ ، جہاں آلات حرب و ضرب سے لیس ایک لشکر جرار کے مقابلے ایک مختصر سی جماعت اپنی ٹوٹی ہوئی تلواروں ، تھکے ہوئے گھوڑوں ، اور بوجھل جسموں کے ساتھ میدان میں فروکش ہوئی ، دیکھنے والی نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ چند ساعتوں میں ان بیچاروں کی بساط لپیٹ دی جائے گی ، مگر دیدۂ حیرت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب انہیں کمزور اور بے چاروں نے اپنی جواں مردی اور استقلال سے جنگ کا نقشہ بدل دیا ، اور وہ سورما جنہیں کل تک اپنی قوت بازو پر ناز تھا ، آج دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوگئے ۔۔

اسلام کی اس عظیم الشان فتح میں عورتوں کی صبر وشکیبائی اور جرات و بہادری مردوں سے کسی طرح بھی کم نہیں تھی ، وہ حضرت خنساء جو کل تک اپنے بھائی کی موت پر آہ و فغاں کا بازار گرم کر دیتی تھیں ، جن کے نازک احساسات جب اشعار کے پیکر میں ڈھلتے تو سننے والے کو مرغ بسمل کی طرح تڑپنے پر مجبور کردیتے تھے ، آج وہی خنساء نیزوں اور تلواروں کے سائے میں کھڑی ہوکر اپنے بیٹوں سے خطاب کرتی ہیں ،

فإذا أصبحتم غداً إن شاء الله سالمين فاغدوا إلى قتال عدوكم مستبصرين،

وبالله على أعدائه مستنصرين. وإذا رأيتم الحرب قد شمّرت عن ساقها،

واضطرمت لظى على سِياقها، وجُلِّلت ناراً على أرواقها، فتيمّموا وطيسها،

وجالدوا رئیسها عند احتدام خميسها، تظفروا بالغُنْم والكرامة، في دار الخلد والمقامة
جب اس رات کا اندھیرا چھٹ جائے اور تم اپنے اعضاء و جوارح کی سلامتی کے ساتھ صبح کو نمودار ہوتے ہوئے دیکھ لو تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور اپنے تجربوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دشمن پر یکبارگی جھپٹ پڑو ، اور جب لڑائی زوروں پر ہو ، جنگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہوں تو تم اپنا رخ اس سمت موڑو جہاں تیر و تلوار کی جھنکار زیادہ ہو ، اور جب قتال کا نشہ ہر شخص پر طاری ہوجائے تو تم فریق مخالف کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑو ، خدا تم کو دنیا میں مال غنیمت سے اور آخرت میں عزت و احترام سے سرفراز کرے ۔۔۔۔

دوسرے دن جب یکے بعد دیگرے چاروں بیٹوں کی لاشیں خیمے میں آئیں تو اسلام کی یہ عظیم بیٹی وقار و تمکنت کے لہجے میں کہتی ہے میرے رب تری اس عظیم نعمت کا شکریہ کہ تو نے مجھے چار چار شہیدوں کی ماں ہونے کا شرف عطا کیا ۔۔۔۔

ام ابان کی دلیری

ام ابان اس نازک کلی کا نام ہے جس کی جرات کے آگے چٹانوں نے بھی سر عقیدت خم کیا، جس کی داستان شجاعت نے مرد آہن کے حوصلوں کو مہمیز لگائی ، جس کی دلیری نے رستم وقت کو بھی شرمندگی وخجالت میں ڈال دیا ، جو دمشق کے معرکے میں اپنے شوہر نامدار کے شانہ بشانہ توپ وتفنگ کی بارش میں ڈٹی رہی ، اور شوہر نے جب جام شہادت نوش کیا تو صنف نازک کہی جانے الی ام ابان نہ ٹوٹیں ، نہ گھبرائیں ، اور نہ ہی آنسوؤں کے شبنمی قطروں سے اپنی بیوگی کا اعلان کیا ، بلکہ شوہر کے ہتھیاروں کو اپنا زیور بناکر ایک نئے جوش ، نئے ولولے ، اور نئ امنگوں کے ساتھ محاذ جنگ کے لیے نکل پڑیں

بقول سید سلیمان ندوی : ام ابان میدان‌جنگ میں دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہیں ، اہل دمشق گو محصور تھے لیکن شہر پناہ کے برجوں سے برابر مسلمانوں کا جواب دے رہے تھے ، سب سے آگے ایک شخص ہاتھ میں طلائی صلیب لئے ہوئے ارباب ثلاثہ سے دعائے فتح مانگ رہا تھا ، ام ابان کو تیر اندازی میں بڑی مہارت تھی ، ایسا تاک کرتیر مارا کہ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی ، مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھالی ، عیسائیوں سے صلیبی اعظم کی یہ تذلیل دیکھی نہ گئی ، اور انہوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا ، اور پھر ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ بس ، رومیوں نے صلیب کی واپسی کے لیے لاکھ لاکھ کوششیں کیں ، مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی ، جس نے ادھر کا رخ کیا ام ابان نے اس کو تیروں پر دھر لیا ، حاکم دمشق جو کسی طرح پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا ، ام ابان نے اس کی آنکھ میں ایساتیر مارا کہ وہ چیختاہوا بھاگا، اس وقت ام ابان رجز کے یہ شعر پڑھ رہی تھیں

ام ابان فاطلبی ثیارک

صولی علیهم صولته المتدارک

قد ضجع جمع القوم من نبالک

ام ابان تو اپنا انتقام لے ، اور ان پر پے در پے حملے کیے جا ، رومی تیرے تیروں سے چیخ اُٹھے ---

دمشق کے محاصرے سے

میدان جنگ میں شمشیر آبرو خالد بن ولید کی موجودگی دشمنوں کے ہوش اڑانے کے لئے کافی ہوا کرتی تھی ، اور اگر انھیں اسلام کے عظیم جرنیل " عبیدہ بن جراح " کی

معیت بھی حاصل ہو تو جنگی مبصرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تیغ وخنجر کی ساز اور دشمنوں کے رقص بسمل کے بعد اسلام کا علم لہرانے میں دیر نہیں لگتی تھی ، مگر خدا جانے کیوں دمشق کا محاصرہ طویل ہوتا گیا اور فتح کے آثار معدوم ، مجبورا محاصرہ اٹھاکر ایک دوسرے شہر " اجنادین " کا رخ کرنا پڑا ۔

حضرت خالد بن ولید پوری فوج کے ساتھ برق رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے ، جبکہ عبیدہ بن جراح کی مختصر سی ٹکڑی عورتوں کو اپنے حصار میں لیکر خراماں خراماں چل رہی تھی ، یہ منظر دیکھ کر دشمنوں کی ناپاک آنکھوں میں خباثت کے سرخ ڈورے تیرنے لگے ، اور انھوں نے قلعے کا پھاٹک کھول کر پیچھے سے حملہ کردیا ، قیصر روم نے بھی دمشق کے لئے کچھ امدادی فوجیں بھیجی تھیں ، اتفاق سے عین وقت پر وہ بھی آپہونچیں ، اور انھوں نے آگے سے حملہ کردیا ، ایسے نازک ماحول میں بھی مسلمانوں نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ دونوں طرف کے حملے روکے ، لیکن ایک تو انکی تعداد کم ، دوسرے زیادہ توجہ سامنے ہونے کی وجہ سے اہل دمشق نے عورتوں کو اپنی حراست میں لے کر انھیں قلعے کی طرف چلنے پر مجبور کردیا ۔

مگر لولی لنگڑی بصارت کے مالکوں کو یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ عورتیں بھی دریائے جرأت سے اپنی پیاس بجھاتی ھیں ، قبل اس کے کہ کوئی حادثہ رونما ہوتا خولہ بنت ازور نے اپنی ہم جولیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے غیور عربوں کی حرمت ناز ! کیا تمہاری غیرت یہ گوارا کرسکتی ہے کہ تم مشرکین دمشق کے ہاتھوں کا کھلونا بنو ، تم عرب کی شجاعت و حمیت کی وہ مقدس رداء ہو جسے داغدار بنانے کی تیاری شروع ہو گئی ہے ، میرے نزدیک ایسی ذلت سے مرجانا کہیں بہتر ہے ، خولہ کے ان چند الفاظ نے عورتوں کے سینوں میں آگ لگادی ، عورتیں خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر مزاحمت کی وہ دیوار بن

گئیں کہ جب تک مسلمانوں کا لشکر ان کی نصرت کو آتا انھوں نے اہل دمشق کے ماتم کے واسطے کافروں کی 30 لاشیں زمین پر بچھادیں

ہند کے صنم خانے میں

اسلام کی روشن تاریخ کا کوئی ایسا عنوان نہیں ہے جس کے چند صفحات ہندوستان کی مقدس سرزمین پر بیٹھ کر رقم نہ کیے گئے ہوں اور بات جب عورتوں کی شجاعت و بہادری کی ہو تواس عنوان کے کردار فلک کی کہکشاؤں کی مانند لامتناہی نظر آتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلا نام شاہ التمش کی بیٹی " **رضیہ سلطانہ** " کا آتا ہے ، جس نے اپنی شجاعت و دلیری کی ایک نئ تاریخ رقم کی ، جب وہ مردانہ لباس پہن کر ، ہتھیار لگا کر ، گھوڑے پر سوار ہوکر باہر نکلتی تو

ع.............رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے

کا منظر سامنے ہوتا ، اس کی بہادری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ شاہ التمش اپنی بیگمات کے ساتھ شکار کھیلنے گیا ، پورا قافلہ ایک شکار پر اپنی نگاہیں مرکوز کئے ہوئے تھا تبھی ناگاہ ایک شیر نے پیچھے سے حملہ کردیا ، قریب تھا کہ وہ بادشاہ کو اپنی زد میں لیتا شیر دل رضیہ نے جھپٹ کر ایسا وار کیا کہ شیر وہیں نیم جان ہو کر گر پڑا۔

شاہ التمش کی موت کے بعد جب رضیہ سلطانہ گدی نشین ہوئی تو اس نے اپنے اردگرد رعب وہیبت کے ایسے ہالے تیار کئے جس سے وقت کے رستم ودارا کی آنکھیں بھی چکا چوند ہوجاتی ، بعض امراء نے رضیہ کو ایک عورت سمجھ کر بغاوت و سرکشی کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی تدبیر اور دلیری کے ساتھ انہیں ایسا پریشان کیا کہ وہ پھر سر اٹھانے کی جرات نہ کر سکے

اند خاتون

صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ مطلق روداد شجاعت اس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی جب تک شہزادیٔ ہند **"چاند خاتون"** کا تذکرہ نہ کیا جائے،چاند خاتون ہندوستان میں نسوانی شجاعت کی وہ علامت ہے جس پر یہ خاک وطن ہمیشہ ناز کرتی رہے گی نظام شاہی دکن کے محلات میں ناز و نعمت سے پلی اس شہزادی نے جس طرح اکبر کی فوجوں کو ناکوں چنے چبوائے وہ داستان پڑھنے اور سننے سے تعلق رکھتی ہے ۔

ہندوستان کی مہمات کے بعد جب اکبر کو تسخیر دکن کی فکر ہوئی تو اس نے شہزادہ مراد کے ساتھ ایک عظیم لشکر اس مہم کے لیے روانہ کیا ، اکبر کی فوج جو دم بھر میں نظام شاہی کو ملیامیٹ کر سکتی تھی ، چاند خاتون کے حوصلہ و عزیمت کا سامنا نہ کر سکی ، وہ شہزادہ مراد جو ان کی قیادت کر رہا تھا اسے مجبورا صلح کرنی پڑی۔

جب اکبر کی فوج نے قلعے کا محاصرہ کیا تو چاند خاتون نے اسے اپنے لشکر و سپاہ کے ذریعے اس قدر مضبوط کردیا کہ مہینوں تک شہزادہ مراد اپنا سر پٹکتا رہ گیا مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی ، ہرچند کی اس نے فتح کے ہزاروں نسخے آزمائے مگر سب بے کار ، بے سود ثابت ہوئے

تاریخ رشید خانی کے حوالے سے علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ جنگ کا ایک منظر بیان کرتے ہیں کہ شہزادہ مراد نے مجبور ہوکر قلعے تک سرنگ کھود کر اس میں بارود بھر وائی اور قلعے کو بارود سے اڑانے کا ارادہ کیا ، چاند خاتون کو اس کی خبر لگ گئی اس نے اسی وقت بارود نکال کر سرنگوں کو مٹی سے بھرنا شروع کیا جب دو سرنگوں کا کام مکمل ہوچکا اور تیسری کھودی جارہی تھی تبھی شہزادے نے سرنگوں میں آگ لگانے کا حکم دے دیا آگ کے لگتے ہی ایسا زور کا دھاکا ہوا کہ لوگ سمجھیں آسمان پھٹ پڑا یا

بجلی ٹوٹ پڑی اور قلعے کی پچاس گز دیواری
دھم سے گر پڑی ، سامنے شہزادہ اپنے خونخوار راجپوتوں اور مغلوں کے ساتھ کھڑا نظر آیا ، قیامت ہوگئی ، لوگوں کے دل بیٹھ گئے ، کام کرنے والوں نے کام چھوڑ دیا ، سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ، فوج کے سردار بھاگ کھڑے ہوئے ، غرض سارے قلعے میں عجیب سراسیمگی اور بدحواسی پھیل گئی ، مگر ایسے حالات میں بھی چاند خاتون گھوڑے پر سوار ، مسلح ، ہاتھ میں تلوار لئے باہر نکل آئی ، شہزادہ ابھی دو سرنگوں کے پھٹنے کے انتظار میں تھا کہ چاند خاتون نے اتنی ہی دیر میں جلدی جلدی بیسوں آتش باز توپیں اس شگاف میں کھڑی کر دی ، تمام فوج کو تسکین دے کر پھر لڑنے پر آمادہ کیا ، مغلوں اور راجپوتوں نے جوڑ جان توڑ حملے کیے مگر چاند خاتون نے ایک انچ قلعہ بھی نہ دیا ، اور اس ہمت و دلیری سے فوج کو لڑاتی رہی کہ قلعے کی خندق شام تک مغلوں اور راجپوتوں کی لاش سے بھر گئی ، اور شہزادہ کو ناکام پلٹنا پڑا

اسلام کی موجودہ بہادر بیٹیاں

دوچار امیدوں کے دیئے اب ہیں روشن
ماضی کی حویلی ابھی .... ویران نہیں ہے

(ماجد دیوبندی) .

تاریخ اسلام میں بنت حوا کی جرات و شجاعت جس طرح کل بے نظیر و بے مثال تھی اسی طرح آج بھی انکی جرات بے مثال اور بے نظیر ہے بلکہ ہندوستانی آئین کی حفاظت کے لیے جس طرح کا کردار انہوں نے ادا کیا ہے ، سر سے کفن باندھ کر ظلم کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کی جو مثال قائم کی ہے وہ تاریخ کے ایسے واقعات ہے جس کو دیکھنے کے لئے آسمان کی نگاہوں کو بھی صدیوں کا انتظار جھیلنا پڑتا ہے ہے ہے -----

شاہین باغ

خواتین اسلام کے حالیہ کارناموں پر اگر نظر ڈالی جائے تو سرفہرست شاہین باغ کا نام آتا ہے --

جب موجودہ حکومت نے اپنی انا کی تسکین ، اور دیرینہ خوابوں کی تعبیر کے لئے c a a جیسے زہریلے قانون کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو اپنے سابقہ تجربوں کی بنیاد پر اسے یقین تھا کہ یہ بھی بغیر کسی مزاحمت کے بآسانی پائہ تکمیل کو پہونچ جائے گا۔

مگر اسلام کی بہادر بیٹیوں کو سلام کہ انھوں نے اس ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ، اپنے آنچل کو پرچم بناکر میدان حریت میں کود پڑیں ، دو مہینے کی مدت میں مصائب کی تندو تیز ہوائیں بھی چلی مگر ان کے پائے ثبات اپنی جگہ جمے رہے ،حکومت و صحافت کے پروپیگنڈوں کی بارش بھی ہوئی مگر وہ استقلال کا پہاڑ بن کر کھڑی رہیں ، ملت کے ناخداؤں کے بھی اوسان خطا ہوگئے مگر یہ بیداری کا صور پھونکتی رہیں ،وقت کے دارا وسکندر بھی حوصلہ کھو بیٹھے مگر یہ کفن بردوش شاہین باغ میں ڈٹی رہیں ---

آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب ہم اتنا جوش ، اتنا ولولہ اور اتنی خودسپردگی دیکھنے کو مل رہی ہے ، صبح بیٹے کو قبر میں اتار کر شام کو پھر احتجاج میں شریک ہوجانا یہ تو خنساء اور عمارہ کا جگر تھا جو آج شاہین باغ کی شاہین صفت عورتوں کے دلوں میں شعلہ بن کر دھڑک رہا ہے ، یہ ان کے عزم مصمم اور ولولہ صادق کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کا چپہ چپہ شاہین باغ میں تبدیل ہوچکا ہے جس نے حکومت وقت کے دن کا سکون اور راتوں کی نیند اڑا رکھی ہے ---

جامعہ ملیہ کا جذبہ

کالے قانون کے خلاف جب دیوانوں کی روداد مرتب کی جائے گی تو اس میں ایک نام

جامعہ ملیہ کی ان بہادر طالبات کا بھی ہوگا جنہوں نے پولس کی گولیوں کانشانہ بننا اور اس کی لاٹھیوں کی زد میں آنا تو گوارا کیا ، لیکن آئین ہند کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دیا ، ان کے حوصلے اور جذبے سنہرے الفاظ سے لکھے جانے کے قابل ہے، آن جیالوں کی فہرست تو کافی طویل ہے پھر بھی چند نام مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں ------

عالیہ طارق

گورکھپور کالج کے لکچرر مولانا طارق شفیق صاحب لکھتے ہیں :
آج میری بیٹی عالیہ طارق پھر احتجاج میں شریک ہونے جامعہ ملیہ اسلامیہ جارہی ہے مجھے یہ کہکر لا جواب کر دیا کہ ابو کل جو بچے زخمی ہوئے اور اللہ کو پیارے ہوئے وہ بھی تو پنے ماں باپ کے اڈلے تھے جب میرے بھائی بہن نہیں رہے تو میں رہ کر کیاکروں گی ۔ گھٹ گھٹ کے مرنے سے بہتر ہے کہ مقابلہ کرتے ہوئے جان قربان کی جائے ۔ میں نے نم آنکھوں سے اس کی جرأت کو سلام کیا اور اجازت دے دی ۔

ترئین جنید

مراد آبادسے تعلق رکھنے والی تزئین جنید فرّاٹے دار انگریزی بولتی ہیں اور بین الاقوامی معاملات پر مہارت رکھتی ہیں۔ وہ بہترین مقرر ہیں اور مجمع دل تھام کر ان کی بات سنتا ہے۔..
تزئین کا کہنا ہے "حکومت اور پولیس لڑکوں کےساتھ زیادتیاں کر رہی ہیں۔ لہذا اس بار محاذ ہم بیٹیوں نے سنبھالا ہے۔ ہمیں نہ کوئی ڈر ہے اور نہ ہی انجام کی پروا ۔ حکومت کے ہر غلط فیصلے کے خلاف ہم آواز اٹھائیں گے۔ اس مرتبہ انقلاب ہم بیٹیاں ہی لائیں گی۔

میمونہ صدیقہ

میمونہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے والدین محترمین سے اجازت لی رکھی ہے کہ " میں آزادی تک اس ظلم کے خلاف قلم و جسم سے قربانی پیش کرتی رہوں " یہ میرا پختہ ارادہ ہے کہ جب تک سانس ہے ظلم کیخلاف لڑتی رہونگی،خواہ میں شہید ہی کیوں نہ ہوجاؤں۔۔۔ ان شاءاللہ انقلاب لاکر دم لینگے۔

یہ بطور نمونہ چند نام ہیں ورنہ ان جیالوں کی ایک طویل فہرست ہے ، جس کو مرتب کرنے کے لئے خاصا وقت درکار ہے

تعارف " اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے"۔

بقلم :- حضرت مولانا ضیاء الحق خیرآبادی (حاجی بابو)

نام کتاب : اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے

مصنف: مولانامحبوب عالم صاحب حزیں

صفحات: ۱۲۸ (نظرثانی و تصحیح شدہ ایڈیشن)

قیمت: ۱۰۰ روپئے (رعایتی قیمت ۵۰ روپئے)

رابطہ : مدرسہ اشرف المدارس، بسکھاری(کچھوچھہ شریف)، امبیڈکرنگر(یوپی)

8317095184/9838197379

مکتبہ ضیاء الکتب ،خیرآباد ،ضلع مئو(یوپی) 9235327576

مفتی محمد رضوان قاسمی ،نورانی مسجد، کرلاایسٹ ،ممبئی 8299771508

مولانامحبوب عالم صاحب ماضی قریب کے ایک حق پسند ، حق شناس وجرأت مند عالم دین تھے، وہ ایک عرصہ تک بریلوی مسلک سے وابستہ رہے ، وہ جب تک اس کو حق سمجھتے رہے اس کے پرجوش داعی ومبلغ رہے ، لیکن جب ان کو علماء حق کا قرب میسر ہوا، ان کی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا ، اور انھوں نے ان کی سیرت و کردار کا جائزہ لیا تو ان پر یہ بات منکشف ہوئی کہ وہ جس چیز کو حق سمجھ رہے تھے وہ تو ایک دھوکہ تھا ، وہ اب تک سراب سے پانی کی توقع کررہے تھے ، انکشاف حق کے بعد ان کی سعید روح نے اس کو قبول کرنے میں کسی پس وپیش سے کام نہ لیا ، انھوں نے نہ صرف حق کو قبول کیا بلکہ بغیر کسی لومۃ لائم کے علی الاعلان اس کا اظہار کیا اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب اور مضرات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اور اپنے بعض متعلقین کے بے حد اصرار پر انھوں نے اپنی اس تبدیلی کی داستان کوانتہائی مثبت انداز میں " اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے " کے نام سے پیش کیا ۔

کتاب دس عناوین پر مشتمل ہے جس کا پہلا عنوان : " قبول حق صالحیت کی پہچان " ہے ۔ جس میں مولانا نے واقعات صحابہ سے متعدد مثالیں پیش کی ہیں کہ جب حق انکے سامنے آگیا تو انھوں نے بغیر کسی تاخیر کے اسے قبول کرلیا ۔ دوسرا عنوان " بدعت جسے سنت کے برابر سمجھادیا گیا "۔ تیسرا عنوان "عرس " ہے ، جس میں کافی تفصیل سے مولانا مرحوم نے عرس کے خرافات پر گفتگو کی ہے ۔ چوتھا عنوان " زیارت قبر " ہے ۔اس میں احادیث کی روشنی میں زیارت قبر کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔پانچواں عنوان " مزارات پر چادر چڑھانا "ہے۔چھٹا عنوان" عقائدعلماء دیوبند " ہے

ساتواں عنوان "فاتحہ یا ایصال ثواب " ہے۔ آٹھواں عنوان "حسام الحرمین پس منظر " ہے۔ نواں عنوان ہے " بریلویوں کی بہ نسبت دیوبند خوشحال کیوں ؟ "یہ خاصا دلچسپ موضوع ہے۔دسواں اور آخری عنوان" درود وسلام اور بریلوی حضرات " ہے، جو خاصا مفصل ہے ۔یہ کتاب کا اجمالی تعارف ہے ، اس پر مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی اور قاری اختر عالم صاحب جیسے علماء کی گراں قدر تقریظات ہیں ، جس سے اس کتاب کے استناد ووقار میں اضافہ ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانامحبوب عالم صاحب کے دل سے نکلے ہوئے ان کلمات کو امید سے زیادہ شرفِ قبولیت بخشا، اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ۔ ملک کے اہم رسالوں نے اس پر شاندار اور وقیع تبصرے کئے ، مولانا کی حیات ہی میں یکے بعد دیگرے اس کے تین اڈیشن نکلے ، لیکن ان کے حادثۂ وفات کے بعد سے یہ کتاب پھر شائع نہ ہوسکی ، حالانکہ اس کی طلب برابر رہتی ہے۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مفتی محمد رضوان صاحب نے جو خود ایک صاحب ذوق عالم ہیں ، اس تقاضے کے بعد اس کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا ، انھوں نے ازسر نو کمپوزنگ کروائی ، اغلاط کی تصحیح کی، احادیث پراعراب لگائے ، اور اپنے والد گرامی کی مختصر سوانح تحریر کی ، اب یہ کتاب عمدہ کتابت وطباعت کے ساتھ قارئین کے سامنے ہے۔ باری تعالیٰ سابقہ ایڈیشنوں کی طرح اسے بھی قبول عام سے نوازیں ، مصنف مرحوم کی مغفرت فرمائیں، اوراپنے شایان شان اجردیں اور قرب خاص سے نوازیں۔

غیر مسلموں میں دعوت

بقلم :- حضرت مولانا شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

آج جامعہ فیض عام دیوگاؤں اعظم گڑھ میں ایک چھوٹا سا پروگرام تھا ناظم جامعہ نے بندہ کو بھی مدعو کیا تھا میں نے سمجھا وہاں اور بھی لوگ ہونگے لیکن وہاں جاکر معلوم ہوا کہ باہری تنہا بندہ ہی ہے.

پروگرام کا موضوع تھا

غیر مسلموں میں دعوت

پروگرام کے مہمان خصوصی جوان عالم دین مولانا خلیق ندوی صاحب اور ان کی اہلیہ تھیں.

ان کے ایک ساتھ اور مولانا، مولانا شہرت بستوی مظاہری صاحب تھے اب ان کا نام بدل کر مولانا یونس کردیا گیا ہے.موصوف پہلے جدہ رہتے تھے فی الحال لکھنو شفٹ ہوگئے اور وہیں سے غیر مسلموں میں دعوت کا کام کررہے ہیں طالب علمی کے زمانے میں شیخ یونس رحمۃ اللہ علیہ خادم خاص تھے

یہ حضرات مولانا کلیم صدیقی صاحب کے طرز پر انھیں کی ہدایت اور سرپرستی میں غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرتے تھے

یہ حضرات رات ہی میں بای کار لکھنو سے جامعہ فیض عام آگئے تھے.

پروگرام صبح نو بجے شروع ہوگیا تھا.

جامعہ کی بچیوں میں جو وہاں کی عالمیت کی طالبات ہیں مولانا ندوی صاحب کی اہلیہ کا بیان چل رہا تھا اور مسجد میں مولانا خلیق ندوی صاحب طلبہ و اساتذہ میں بیان کررہے تھے اصل مخاطب طلبہ ہی تھے.

مولانا نے پہلے تخلیق انسانیت کا مقصد بیان فرمایا اس کے بعد یہ بتایا کہ اللہ نے تمام انسانوں سے اپنی عبادت کا مطالبہ کیا ہے

اپنی تمام باتیں قرآن کی آیت و سورہ نمبر کیساتھ پیش کررہے تھے.

عبادت کس کی جائے عبادت کا کونسا طریقہ درست ہے اسے مدلل انداز میں سمجھاتے ہوئے ایک خدائے بزرگ و برتر کی عبادت اور رسالت کی ضرورت کو ثابت کیا اور سب سے آخری پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و سلم کی شخصیت کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ انھیں کا بتایا ہوا طریقہ اب درست ہے.. اسلام ہی سچا مذہب ہے اس کے علاوہ اب کوئی دوسرا دین اور دھرم قبول نہیں کیا جائے گا

وہ اللہ کے آخری نبی ہیں

اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

اس لئے ان کے کاموں کی ذمہ داری اس امت پر ڈال دی گئی ہے

یہ امت خیر امت ہے

امت کا ہر صاحب ایمان خیر امت کا مصداق ہے

اور ہر ایک کو لوگوں کی ہدایت کیلئے برپا کیا گیا ہے

آخرجت للناس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے

ہر صاحب ایمان کی ذمہ داری ہے وہ ان لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرے اور

برائیوں سے روکے جو ایمان کی دولت سے محروم ہیں
معروف کا سب سے اعلی درجہ توحید ہے اور منکر کا سب قبیح کام شرک ہے اس لئے تمام اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کو توحید کی دعوت دیں اور شرک سے روکیں جو ایمان سے محروم اور شرک میں ملوث ہیں.
اپنی بات فلیبلغ الشاہد الغائب سے مدلل کرتے ہوئے کہا کہ یہاں شاہد سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں اور غائب سے مراد دنیا کے وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے تھے اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیا کے مختلف ملکوں میں نکل گئے
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے انھیں جو امانت سونپی تھی اسے غائبین تک پہنچایا..
ہمارے پاس قرآن کی امانت اور کلمہ کی شہادت موجود ہے اگر ہم اسے ان تک نہیں پہونچائیں گے تو ظالم ہونگے اور شہادت کو چھپانے والے ہونگے
اسے ومن اظلم ممن کتم شہادۃ سے مدلل کیا.
اور بتایا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہمارے ملک میں بیس فیصد مسلمان ہیں اور اسی فیصد غیر مسلم ہیں تو ایک مسلمان پر چار غیر مسلم کو توحید کی دعوت دینا فرض کے درجہ میں ہے
آخر میں دعوت کے طریقہ کار پر بھی روشنی ڈالی
مولانا نے بہت مرتب انداز میں گفتگو کی اور غیر مسلموں میں دعوت کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا ہے

آج مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہورہا ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ غیروں تک اسلام کا پیغام نہیں پہونچ سکا اور اسکے ذمہ دار ہم خود ہیں
یہ لوگ اس طرح کا پروگرام ملک کے مختلف حصوں میں کرتے رہتے ہیں اور دعوت کی ٹریننگ دیتے ہیں مشرقی یوپی میں ابھی اس نوعیت کا کوئی پروگرام نہیں ہوا تھا اس لئے وہ اجازت لیکر جامعہ فیض عام تشریف لائے تھے یہ صرف ٹرئیلر تھا اصل پروگرام ممکن ہے عید بعد جامعہ فیض عام میں ہو
آج کا پروگرام اچھا تھا کچھ پوائنٹس پر میری ان سے بحث بھی ہوئی
میرا بھی خیال ہے کہ اس قسم کا پروگرام ہونا چاہئے
اور غیر مسلموں میں دعوت کیلئے ٹریننگ لینی چاہیے کیونکہ اصل دعوت تو یہی ہے کہ غیروں تک اللہ کا پیغام پہنچایا جائے. ظہر تک پروگرام چلا ظہر بعد ناظم جامعہ فیض عام کے دولت کدہ پر پر تکلف اور لذیذ ظہرانہ تناول کیا گیا عصر سے کچھ پہلے وہ حضرات لکھنو واپس ہوگئے
نقل کرنے میں بہت کچھ چھوٹ گیا ہے ضروری باتیں نقل کی ہیں

شیخ محمد خالد اعظمی

ہمیں بھی مطلب و معنی کی جستجو ہے بہت

بقلم :- مفتی محمد رضوان اعظمی صاحب

نگیٹو (منفی)، پوزیٹو (مثبت)

عام طور پر یہ بات ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ لفظِ نگیٹو (منفی) مذمت اور قباحت بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں منفی سوچ کا آدمی ہے، فلاں منفی کیرکٹر کا حامل ہے، یار منفی بات مت کرو، اس چیز کے منفی اثرات ہیں و غیرہ و غیرہ اور دوسری طرف پوزیٹو (مثبت) تحسین و تعریف کا استعارہ ہے، چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ "مثبت ذہن والے افراد اچھے سمجھے جاتے ہیں، مثبت بات لوگ پسند کرتے ہیں، مثبت فکر انسان کو ترقی سے ہمکنار کرتی ہے لیکن میڈیکل فیلڈ میں "نگیٹو" کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ بیماری سے محفوظ ہیں، اور جانچ میں پوزیٹو ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بیماری کے شکار ہو چکے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ میڈیکل رپورٹ میں "نگیٹو" ہونا خوشی کی بات ہوتی ہے، جب کہ "پوزیٹو" کا نشان فکرمندی کا باعث ہوتا ہے، مگر لطف یہ ہے کم پڑھے لکھے لوگ بے چارے بیمار بھی ہوتے ہیں اور دوا علاج کے مرحلے سے بھی گزرتے ہیں، لیکن انہیں رپورٹ اور اس کے مشمولات سے کوئی غرض نہیں ہوتی، یہ کام ڈاکٹر اور نرسز کا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انگریزی سے ناواقف ہونے کے سبب عموماً "نگیٹو، اور پوزیٹو " کی اصطلاح سے بے خبر رہ جاتے ہیں، بھلا ہو کرونا کا کہ اس کے قدومِ

مشئمت لزوم کے بعد سے جہاں لاک ڈاؤن, سوشل ڈسٹنسنگ, ماسک,اور سینیٹائزر جیسے الفاظ سوتے جاگتے, اٹھتے بیٹھتے کانوں میں پڑتے رہے, وہیں "نگیٹو, پوزیٹو" بھی اتنی کثرت سے کانوں میں پڑے کہ اب یہ الفاظ نامانوس نہ رہے, بلکہ اذہان و قلوب کو ازبر یاد ہوگئے, اور کسی حد تک معنی و مفہوم بھی واضح ہو گئے, لیکن ابھی بھی کچھ سادہ لوح عوام ہیں, جنہیں میڈیکل جانچ میں "نگیٹو اور پوزیٹو " سے شناسائی نہیں ہے, وہ پوزیٹو کو نگیٹو اور نگیٹو کو پوزیٹو بولتے رہتے ہیں.....

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ ممبئ کے حالیہ لاک ڈاؤن کے سبب مہاجر مزدور ماضی کے تلخ تجربے کی آہٹ سے گھروں کو روانہ ہونے لگے ہیں , تو میڈیا والے بھی فرض شناسی کے تحت اپنا جھنڈا ڈنڈا (مائک, کیمرہ) لئے ریلوے اسٹیشنوں پر مجبور مسافرین کا انٹرویو لینے لگے , کئ انٹرویو سننے کو ملے, کوئی کہہ رہا تھا کہ بلڈنگ میں ایک آدمی کرونا "نگیٹو" نکل آیا, اس لئے بلڈنگ سیل ہوگئ, لہذا ہمیں مجبوراً جانا پڑ رہا ہے, کسی نے روزگار متاثر ہونے کی بات کہی تو کسی نے اندیشایے دور دراز کا اظہار کیا, خلاصہ یہ ہے کہ ابھی بھی لوگ, " شیخ نگیٹو اور پوزیٹو " سے نا بلد ہیں,

تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم لوگو
فرشتوں کی طرح معصوم لوگو

اللہ ہمیں سوچ و فکر, کرادر و عمل, اثرات و ظواہر کے لحاظ سے "پوزیٹو " (مثبت) اور امراض و علل میں "نگیٹو" (منفی) رکھے.. .....

تبدیل وقت دیکھ کے معیار ہو گئے
جو کل تلک عزیز تھے وہ خوار ہو گئے

گستاخ رسول تری مٹی پلید ہو!

بقلم :- مولانا محمد آصف اعظمی قاسمی صاحب

ابھی دوروز قبل اخباروں کی شہ سرخیوں پر جلی قلم سے گستاخ رسول پر قائدین
کے بیانات تھے پہلی نظر میں ہی دل مسوس کے رہ گیا کچھ دیر تک اپنے اوراپنے جیسے
نوجوانوں پر ندامت ہوئی اور بار بار غازی علم الدین شہید کاعاشقانہ عمل اوراس سے ماقبل
انکے جذبات سے معمورانکی گفتگویاد آتی رہی کہ غیر منقسم ہندوستان میں ایک واقعہ پیش
آیاایک راج پال نےرسول اکرم علیہ السلام کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کی
حضرت امیرشریعت سیدعطاءاللہ شاہ بخاری اس دریدہ دہن کے خلاف نعرہ مستانہ لگاتے
لگاتے اشکباری کے ساتھ ایک صدالگادی کاش کوئی جرنیل ہوتاجواس بدکردار کااس
روئےزمین سے خاتمہ کردیتااورپوری امت سے یہ قرضہ ادا ہوجاتا یہ اوراس طرح کے
عاشقانہ جملے شاہ صاحب کہتے جارہے تھےاورآنکھیں اشکبار ہوجایا کرتی جارہیں تھیں اس
مردقلندرکےدل کی تڑپ تھی کہ ہزاروں کامجمع اشکبار تھاتڑپ تڑپ کے لوگوں کاحال
دگرگوں ہورہاتھادیکھتےہی دیکھتےاس جلسہ گاہ کےقریب سےایک عاشق صادق اپنارکشہ
لیے گذررہاتھالوگوں سےرونےاورتڑپنے کی وجہ دریافت کی مزید اس نے سوال کیا سٹیج
پربابا کیوں رورہاہےبتانےوالوں نےپوری داستان بتادی اس تاریخ سازعاشق نے کہاجب
بات صرف اتنی ہےتوکوئی مسئلہ نہیں انشاءاللہ بابےکی آوازپرمیں لبیک کہنےوالاہوں

دوسرے دن کسی کے ساتھ جاکراس گستاخ کی شناخت کی اورپہلے ہی وارمیں اسے جہنم رسید کردیاانگریزی دورحکومت ہنگامہ آرائی ہوئی ناموروکلاکے پینل نےغازی علم الدین کو مبارکباد پیش کی اورکیس اپنےہاتھ میں لیکرجان خلاصی کاوعدہ کیا بس وکیل مرحوم نے کہاصرف تم اتنامیراساتھ دیناکہ جیساکہوں گاویسابیان دیدینا غازی علم الدین نے کہاسب ٹھیک ہےبس میرےاس عمل کا انکار نہ تم کرنانہ میں کروں گا کیوں کہ عمل توکچھ ہے نہیں قرض کی ادائیگی ہی مغفرت کاپروانہ بن جائے انگریزی حکومت نے پھانسی کے پھندےپر لٹکادیالیکن اس مجاہد نے ایک کلمہ بھی انکار کا اپنی زبان سے ادا نہیں کیاتاریخ شاہدہےاس مردمجاہدکے جنازے میں جو جم غفیر تھااسکی نذیربہت کم نظرآئی میں آگے کیالکھوں نہ تحریر کاملکہ ہےنہ جوش خطابت پرعبورجوبرانگیختہ کرسکےنہ اپنےپاس ایسےاعمال حسنہ جس پر مقبولیت کی امیدکاش ہم جیسےنامہ سیاہ کے کھاتے میں قرض کی ادائیگی ہی آجاتی اوربارگناہ کم کرجاتا نہ بہت اخباری جواب کی ضرورت ہے نہ کسی دھرنے کی اگرایسےروسیاہ سےزمین کی صفائی کا انتظام ہوناضروری ہے

ع میراپیغام محبت ہےجہاں تک پہنچے